وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

!اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے

جلد 9	شمارہ 07	رمضان المبارک1436ھ	جولائی2015ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

لیلۃ القدر اور عید الفطر مبارک ہو

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِ تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 400روپے، قیمت فی شمارہ 40روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الطارق	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	بصری مشاہدہ_اور_نظری حقیقت	انجینئر مختار فاروقی	12
5	صہیونی تعلیمی نصاب کی ایک جھلک	رضی الدین سیّد	32
6	روہنگیا مسلمان	محمد منظور انور	42
7	عیدالفطر	ڈاکٹر انیس احمد	48
8	نفس کی غلامی بہتر یا اس پر حکمرانی؟	مولانا عبدالماجد دریابادی	53
9	استقبالِ رمضان پروگرام	انجینئر عبداللہ اسماعیل	55
10	تبصرہ وتعارف کتب		57

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الطارق (86) ، آیات 17 ، رکوع 1

سورۃ الطارق میں اوّلاً آسمان اور چمکتے ستارے کی شہادت اس بات پر پیش کی گئی ہے کہ ہر انسان پر ایک محافظ مقرر ہے جو اس کی نگرانی کر رہا ہے جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں انسان کی تمام حرکات وسکنات اللہ کے ہاں محفوظ ہو رہی ہیں اور یہ محفوظ رکھنا اس لیے ہے کہ قیامت کے دن اس کا حساب لیا جائے گا۔ اور انسان کو اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ مرنے کے بعد انسانی بدن ذرّہ ذرّہ بن کر زمین میں مل جاتا ہے تو اس کو کیسے دوبارہ پیدا کیا جاسکتا ہے، بلکہ اپنی تخلیق پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح پانی کے ایک قطرہ سے ...... اس کو باصلاحیت انسان بنادیا ہے اسی طرح وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ پھر قیامت کے کچھ احوال بیان کرنے بعد بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کن کتاب ہے، کوئی ہنسی کی بات نہیں ہے، جو یہ کہہ رہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اور آخر میں نبی ﷺ کو تسلی ہے کہ آپ کافروں کی چالوں سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور ان کو ابھی کچھ دن مہلت دے دو۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ O

آسمان اور رات کے وقت آنے والے کی قسم

وَ مَا اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ○ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ○

اورتم کوکیا معلوم کہ رات کے وقت آنے والا کیا ہے؟ وہ تارا ہے چمکنے والا

اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ○

کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں

فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○

تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کا ہے سے پیدا ہوا ہے

خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ○ يَّخۡرُجُ مِنۡ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَ التَّرَآئِبِ ○

وہ اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے

اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ○

بے شک اللہ اس کے اعادے (یعنی دوبارہ پیدا کرنے) پر قادر ہے

يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ○

جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے

تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ○ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ○

آسمان کی قسم جو مینہ برساتا ہے اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے

اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ○ وَّ مَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ○

کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے اور بے ہودہ بات نہیں

اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ○ وَّ اَكِيۡدُ كَيۡدًا ○

یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں

فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ○

تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی مہلت دو

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

1

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

’’جس نے شبِ قدر کا قیام ایمان اور احتساب کے ساتھ کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے گئے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اس سابقہ گناہ معاف کردیے گئے‘‘

وَ فِي رِوَايَةٍ

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے رمضان کا قیام (تراویح) ایمان اور احتساب کے ساتھ کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے گئے

(بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

چراغِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور شرارِ بولہبی

انجینئر مختار فاروقی

علامہ اقبال ایک نابغۂ عصر انسان تھے اور انھوں نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور ملت اسلامیہ کے لیے بالعموم (امت مسلمہ کی) غلامی کے مہیب اور تاریک دور میں بھی اُمید کا پیغام دیا اور مسلمانوں میں ایک حرکت اور عزم انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

عالمی صہیونی برطانوی سامراج کے خلاف ایک غلام قوم کے فرد کی حیثیت سے یہ پیش گوئی کہ یہ ظالمانہ سامراج اپنا بوریا بستر لپیٹ کر گھر کی راہ لے گا صرف دو عشروں میں پوری ہوگئی۔ اسی طرح انھوں نے مغرب کے صہیونی سرمایہ دارانہ سودی نظام (CAPITALISM) کو 'فکر چالاک یہود' فرمایا:

ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود نورِ حق از سینۂ آدم ربود

اسی طرح علامہ اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام کے پیچھے ایک عالمی مافیا —— ایک ہمہ مقتدر سود خور طبقہ کی طرف اشارہ فرمایا اور اس طبقہ کی اسلام، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عالم اسلام سے ایک ہمہ وقت اور ہمہ جہت جنگ کی بھی نشان دہی فرمائی۔ ارشاد ہوا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات میں عدل اجتماعی، اخوّت، حریّت اور مساواتِ انسانی کی روشنی کو ان سادہ الفاظ میں واضح کر دیا اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کو شرارِ بولہبی سے تشبیہ دی (حضرت محمد ﷺ کا پڑوسی اور چچا ابولہب جو زندگی بھر آپ ﷺ کو ستاتا رہا ایمان نہ لایا اور بالآخر ناکام و نامراد مرا)۔ چراغ روشنی دیتا ہے، تعلیماتِ مصطفےٰ ﷺ ایک نور ہیں اور روشنی پھیلا رہی ہیں جبکہ شرارِ بولہبی ایک آگ ہے دھماکہ اور دہشت گردی کی علامت ہے۔

دیکھنے والی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ چراغِ مصطفوی ﷺ (اسلام کی عدلِ اجتماعی کی تعلیمات) اور عالمی صہیونی مالیاتی استعمار شرار بولہبی کے درمیان جنگ آج بھی جاری ہے۔ اس جنگ کو کئی خوبصورت اور دلکش عوامی نام دیے گئے ہیں مگر حقیقت میں مدّعا اور مقصود ایک ہی ہے یعنی مسلمان، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ۔

ان کئی ناموں میں سے چند مبیّنہ نام یہ ہو سکتے ہیں:

- O ایک طرف شیطان (ابلیس) ہے اور اس کی پارٹی ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے ماننے والے ہیں۔ قرآن مجید میں اس واضح گروہ بندی کو 'حزب الشیطٰن' اور 'حزب اللہ' کا نام دیا گیا ہے۔
- O آج کے محاورہ میں ایک طرف SATANIC VERSES ہیں اور اس کے حمایتی (SUPPORTERS) ہیں اس کو تحفّظ دینے والے یعنی محافظ ہیں اور دوسری طرف قرآن مجید ہے جو 'کلام اللہ' ہے اور DIVINE VERSES ہیں اس کے ماننے والے اور محافظ یعنی مسلمان ہیں۔
- O ایک طرف ابلیسی خیالات کا 'مرجع' اور 'مرقّع' سلمان رشدی ہے جس کو برطانیہ نے پناہ دے رکھی ہے اور اس کے محافظ اور CUSTODIAN بنا ہوا ہے۔ دوسری طرف ایک صدی قبل ایک مسلم شخصیت علامہ اقبال تھے (اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے) جنہوں نے اپنے کلام میں قرآن مجید کے حقائق آشکار کیے ان کے لئے مغرب کی طرف سے علمی اور تعلیمی بائیکاٹ

ہے خود پاکستان کے نصاب تعلیم میں سے کلام اقبال کو جبراً نکال دیا گیا ہے۔ 2007ء کی سرکاری برطانوی دستاویزات کے مطابق یہ صرف علامہ اقبال کی شاعری کا جادُو تھا جس کی وجہ سے برطانوی ہند تقسیم ہوگیا وگرنہ اس وقت کے سیاسی اور عالمی صہیونی منظرنامہ (SCENARIO) میں کوئی بھی ہند کی تقسیم نہیں چاہتا تھا۔ اس عظیم شخصیت علامہ اقبال کو اپنے وقت کا 'عبقری' کا درجہ دینے کی بجائے اس برطانیہ نے عبرت کا نشان بنا دیا ہے اور UNO کی پالیسیوں، عالمی قرضوں کی شرائط، تعلیم کی تجدیدِ نو (MODERNISATION) تعلیمی وفود کے تبادلے اور تعلیمی وظائف کے نام پر نہ صرف عالمی سطح پر بلکہ پاکستان میں بھی علم کی دنیا سے علامہ اقبال کو 'دیس نکالا' دیا جا چکا ہے 'بچشم سر' کھلی آنکھ سے مشاہدہ کرنا ہو تو 'مسلم لیگ' کے دورِ حکومت میں ہی اقبال اکیڈمی، ایوانِ اقبال، بزمِ اقبال وغیرہ اداروں کا حال اور کام دیکھا جا سکتا ہے (علامہ اقبال سے منسوب دیگر ملکی ادارے بھی 'فکرِ اقبال' کی ترویج و توضیح کے علاوہ سارے کام کر رہے ہیں)

O چراغِ مصطفوی ﷺ اور شرارِ بولہبی کے مابین اس جنگ میں دھوکہ دہی کا عنصر شامل کر دیا گیا ہے اور شرارِ بولہبی کے علمبردار مسلمانوں کے مونس، غمخوار، دوست، سرپرست اور خیرخواہ بن کر کئی عنوانوں سے روپ بدل بدل کر آتے ہیں اور 'مسلم امت' اور بالخصوص پاکستان کے لاغر و نڈھال و زخمی بدن سے بوٹیاں نوچ نوچ کر لے جاتے ہیں۔ ان عنوانوں میں عالمی مالیاتی ادارے اور رفاحی ادارے ہیں (WB،IMF، ایشیائی ترقیاتی بنک، UNO، اقوامِ متحدہ کا صحت کا پروگرام، اقوام متحدہ کا مہاجرین کی مدد کا ادارہ، وغیرہ وغیرہ) یہ سب ادارے دوست اور غمگسار بن کر عوامی ہمدردی کے ساتھ آتے ہیں اور امت مسلمہ میں دینی غیرت وحمیّت، حضرت محمد ﷺ سے محبت اور عشق اور اسلام سے والہانہ محبّت کے آثار مٹانے کا کام کرتے ہیں۔ یہ سب ادارے بے حیائی، اباحیّت پرستی (ہر شے حلال ہے ایسے ہی مُلّاؤں نے خودساختہ پابندیاں لگا کر بدکاری، شراب اور بے حیائی کے کھلم کھلا ارتکاب پر پابندیاں لگا رکھی ہیں ان کی مخالفت کرانا) لبرل ازم اور اسلام دشمنی کے جراثیم پیدا کرتے ہیں۔

O نیکی بھلائی، خیر، آسمانی ہدایت، نبوّت و رسالت کے تصورات رکھنے والی قوتیں مسلمان، عیسائی اور یہودی ہیں ان کو بظاہر ایک طرف ہونا چاہئے اور منطقی طور پر 'حزب اللہ' اور

آسمانی ہدایت کا علمبردار ہونا چاہئے مگر ـــــ عملاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ کسی 'نادیدہ قوت' کے زور پر (یا مفادات کے تحفظ کے لئے) یہ قوتیں دوہرے معیار اپنائے ہوئے ہیں اور پہلے سے طے شدہ بعض مفادات اور اہداف (TARGETS) کے حصول کے لئے اکثر اوقات یہ قوتیں چالاکی اور عیاری (STRATIGICAL PLANNING) کے پردہ میں 'حزب اللہ' کے ساتھ بھی ہیں اور 'حزب الشیطان' کے ساتھ بھی۔

O کون نہیں جانتا کہ اس وقت امریکہ (اور اس کے ساتھ برطانیہ وغیرہ) سعودی عرب کے ہمرکاب (PARTENER) بھی ہیں اور اسرائیل کے بھی۔ امریکہ، پاکستان کو اپنا صف اوّل کا اتحادی کہتا ہے اور یہ معاملہ گزشتہ پندرہ سال (9/11 کے واقعہ) سے ہے مگر کھلم کھلا ساتھ بھارت کا دیتا ہے۔ ایٹمی معاہدے بھارت سے ہیں۔ قرضے، بھاری سرمایہ کاری اور تجارتی مراعات سب بھارت کے لئے۔ پاکستان کی ایک 'دانائے راز' شخصیت نے کچھ عرصہ قبل کہا تھا کہ بدقسمتی سے امریکہ جنوبی ایشیا میں ایک ایسی گائے ہے جس کو چارہ کھلانے کی ذمہ داری پاکستان کی ہے اور دودھ نکالنے کی ذمہ داری بھارت کی ہے۔ واللہ اعلم

امریکہ مصر کا بھی سرپرست ہے اور ترکی و پاکستان اور ایران کا بھی برطانیہ جنوبی ایشیا میں استعماری قوت کے حوالے سے پاکستان کا سرپرست ہے (ہم دولت مشترکہ کے ممبر ہیں) مگر مسلمانوں کو نقصان دینے والے کاموں کا ماسٹر مائنڈ اور سرپرست بھی ہے قادیانی نبوت اور سلمان رشدی کی پناہ گاہ ہے کشمیر کے قضیہ کے ذریعے پاک بھارت تعلقات کو کشیدہ رکھنے کے لئے استادی 'داؤ' لگانے والا بھی برطانیہ ہی ہے۔

O آج کی مغربی دنیا درحقیقت 'حزب الشیطان' ہی ہے مگر وہ تزویراتی طور پر مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لئے کئی عنوانوں اور بھیس بدل بدل کر نئے نئے اداروں اور ناموں سے ہمارے دوست بنتے ہیں اور اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

O اس جنگ کے اہداف اور ٹارگٹ بھی مغربی ایوانوں بلکہ اس کے بھی پس پردہ بعض خفیہ ایوانوں میں طے پاتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ان خفیہ ہاتھوں کا کہیں تذکرہ بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کو کوئی ٹارگٹ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

’یہود‘ آج دنیا پر چھائے ہوئے ہیں صہیونیّت کے سائے تلے سارے مفاد پرست ممالک ایک ہیں۔ یہ یہود ساری ملٹی نیشنلز کے مالک ہیں اور ان کے کاروبار اور منافع ارب ہا ارب ڈالرز میں ہے مگر ان کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھتی۔ پکڑو، مارو، جانے نہ پائے کا نعرہ لگتا ہے تو صرف ان آوازوں پر جو ان ’یہود‘ کے راز فاش کرنے کے قریب پہنچ جاتے ہیں یا عوام میں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

O آج دنیا کے تمام ملکوں میں خانہ جنگی اور فساد برپا ہے قتل و غارت ہے۔ مارنے والے اور مرنے والے دونوں کو معلوم نہیں کہ وہ کیوں مار رہا ہے اور کیوں مر رہا ہے۔ ان تمام تنظیموں کو اسلحہ کون فراہم کر رہا ہے؟ یہ اسلحہ کون بناتا ہے کون رقم فراہم کرتا ہے کون ہوائی جہازوں کے ذریعے ان تنظیموں کو فراہم کرتا ہے؟ یہ غور طلب بات ہے۔ دنیا میں ہر طرح کی مالی و اخلاقی کرپشن کا منبع کہاں ہے؟ یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں جو کئی ملکوں سے زیادہ سالانہ بجٹ رکھتی ہیں جو دنیا میں خانہ جنگی اور قتل و غارت کو فروغ دیتی ہیں جس سے حکومتیں بھی اسلحہ کی خریداری میں آگے آتی ہیں۔ یہی ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں جو 10 روپے ایکس فیکٹری قیمت والی چیز کی قیمت فروخت 100 روپے رکھتی ہیں پھر ان بڑے سودوں میں کرپشن کو فروغ دیتی ہیں KICK BACKS کے ذریعے حاصل کردہ یہ رقوم سوئٹزر لینڈ بنکوں میں جمع ہوتی ہیں اور بے نام یا فرضی نام سے جمع ہوتی ہیں جو وارثوں کو بھی نہیں ملتیں۔ یہ سوئٹزر لینڈ بنک کن کے ہیں؟ یہ نادیدہ ہاتھ دراصل ’حزب الشیطان‘ یعنی سرمایہ داری کے نظام کے سرپرست ہیں اور دنیا کی بے سکونی اور خانہ جنگی کا باعث ہیں۔ جس دن دنیا (بھر کے عوام اور ممالک) اس صہیونی گروہ کو پہچان لے گی وہ دن اس کرہ ارضی کے لئے عالمی امن کے حصول کا نقطۂ آغاز ہوگا۔

O یہ حقیقت بڑی تلخ ہے کہ اس عالمی صہیونی مافیا کے مفادات ـــــ خانہ جنگی، کرپشن، بے حیائی، گھر گھر بے اطمینانی اور خلفشار میں پوشیدہ ہیں اور اس عالمی مافیا کے خاتمے کے بغیر دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اس عالمی صہیونی کرپٹ مافیا اور اس کی حمایت کرنے والوں کو شکست دینے اور صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے چراغِ مصطفوی ﷺ کو جلائے رکھنا ضروری ہے اور اس کی حفاظت و صیانت اہم کام ہے۔

O حزبُ الشیطان یعنی شرارِ بولہبی اور ’حزبُ اللہ‘ یعنی چراغِ مصطفوی ﷺ کے مابین اس جنگ میں ہماری دنیاوی فلاح اور اُخروی نجات‘ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ غیر مشروط وفاداری میں پنہاں ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسلمانانِ عالم بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان بالخصوص اپنے اندر جذبہ، تحریک، محبتِ الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی شمعیں روشن کریں اور دینی حمیت وغیرت کے لئے مال وجان کی قربانی کے لئے آمادہ ہو جائیں حق و باطل کی یہ جنگ حق کی فتح پر منتج ہوگی۔ان شاء اللہ

ان شاء اللہ جلد یا بدیر دنیا سے شرارِ بولہبی اِن ابلیسی قوتوں کا خاتمہ ہوگا اور دنیا ایک آسمانی عالمی عادلانہ سماجی، اقتصادی اور سیاسی نظام کے جھنڈے تلے آئے گی جو حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سے ماخوذ ہوگا۔ بقول اقبال

ے
ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

فِیْ مَدْحِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

زیں کہکشاں تا لا مکاں
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
ہمہ نور کرد ایں خاکداں
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
خُلقش ہمے قرآن گشت
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
با رب چوں باشی ہم زباں
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

بصری مشاہدہ ___ اور نظری حقیقت

سورج کا طلوع وغروب ___ اور ___ کلمہ شہادت پڑھنے پر
انگلی آسمان کی طرف اٹھانے کی
جغرافیہ اور فلکیات کے علم کی روشنی میں تنقیح

(حصہ اوّل)

انجینئر مختار فاروقی

01۔ انسان اشرف المخلوقات ہے علم کے حصول اور اس میں مسلسل اضافہ کی خواہش کے ساتھ ساتھ تگ و دو بھی فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے۔ علم کی خواہش اور معلومات کا اکٹھا کرنا ایسا بنیادی اور ناگزیر انسانی وصف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے فطری طور پر کئی طرح کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ تخلیق انسانی کے ابتدائی مراحل میں ہی انسان کو ایسی صلاحیتیں بخش دی ہیں کہ وہ ان سے کام لے کر اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے والا بن سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ثُمَّ سَوّٰہُ وَنَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (09:32)

”پھر اس کو درست کیا پھر اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (مگر) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔“

سمع و بصر و دیگر حواس (حواسِ خمسہ) انسانی مشاہدہ کو حصولِ علم کا ذریعہ بناتے ہیں جبکہ تعقّل کے لئے عقل بخشی ہے تو عبرت پذیری کے لئے ’فؤاد‘ بھی شامل حال ہے۔

02۔ ان حواس سے جو علم مرتّب ہوتا ہے وہ تجرباتی علم یا علم بالحواس یا ACQUIRED KNOWLEDGE کہلاتا ہے۔ یہ علم انسانیت کی تاریخ میں ترقی کرتا ہوا آج انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ شاعر مشرق نے صحیح فرمایا ہے:

ع عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

اور آج کا انسان زندگی کے مختلف گوشوں میں علوم وفنون کی ترقی کی بنا پر ہواؤں میں اڑتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف سمندروں کی تہوں میں چھپے خزانے نکال رہا ہے فضاؤں میں دوسرے سیاروں تک رسائی حاصل کر رہا ہے تو رابطوں میں انتہائی تیزی اور برق رفتاری حاصل کر چکا ہے۔

تاریخ انسانی ہمیں اس 'علم بالحواس' کے ساتھ ساتھ آسمانی ہدایت یعنی ACQUIRED KNOWLEDGE کے ساتھ REVEALED KNOWLEDGE کی خبر بھی دیتی ہے تاریخ انسانی میں آسمانی ہدایت، وحی، فرشتے، انبیاء ورُسل علیہم السلام کی آمد جیسے حقائق کی ایسی ناقابل تردید حقیقت بھی سب کے سامنے ہے کہ اس سے آنکھیں چرائی نہیں جاسکتیں چنانچہ انسانی سیرت وکردار کی تعمیر وتکمیل کے مراحل کے لیے ان دونوں قسم کے علوم کا حصول و التزام ایک ناگزیر ضرورت ہے۔

03۔ ان سطور میں اوپر درج کردہ دواُمور کے بارے میں ہم 'علم بالحواس' یا تجرباتی علوم کا سہارا لے کر صورتِ مسئلہ کومُبرہن کرتے اور عام فہم بنانے کی کوشش کریں گے تاکہ اہل علم پر ہماری روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے ان دو قدرتی وطبعی مراحل (NATURAL & PHYSICAL PHENOMENONS) کی حقیقت واضح ہو سکے بعدازاں آسمانی ہدایت یا علم وحی (شریعت) کی روشنی میں کوئی حکم لگایا جائے تو وہ خارج میں حقیقی صورت حال کے عین مطابق ہو نہ کہ کسی غیر حقیقی اور فرضی صورت حال کے پیش نظر کوئی رائے قائم کر لی جائے اور اس کا اظہار بھی کر دیا جائے۔

04۔ تمہیداً یہ بات بھی عرض کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ کل کائنات اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور انسان کو بھی اسی (سبحانہ وتعالیٰ) نے پیدا کیا ہے اور قرآن بھی اُسی کا کلامِ برحق ہے لہٰذا ـــــ کائنات کے مسلم حقائق، انسانی متوازن سوچ (UNBIASED THOUGHT) اور قرآن مجید کے بیان میں کوئی تضاد ممکن نہیں ہے (ہماری سوچ اور فہم کی کوتاہی ہوسکتی ہے یا ہماری معلومات ابھی تکمیل پذیر نہ ہوئی ہوں تو بات دوسری ہے) کیونکہ کائنات اللہ تعالیٰ کا 'فعل' اور قرآن مجید اس کا 'قول' ہے۔

05۔سورج کے طُلوع وغُروب ہونے کا عمل

05.1۔ روئے زمین پر انسان نے جب سے آنکھ کھولی ہے سورج اسی طرح مشرق سے اُبھرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور نصف النہار پر آجاتا ہے اور پھر دوسری طرف جھک جاتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے۔ یہ عمل ایسے منظّم اور سائنسی طریقہ پر ہو رہا ہے کہ انسان نے اس کے لیے ہر علاقہ کے مطابق طلوع وغروب کے اوقات کے کیلنڈر بنا لیے ہیں اور یہ عمل سب انسانوں کے مشاہدہ کے عین مطابق ہر روز اسی طرح وقوع پذیر ہوتا ہے۔

سورج کا یوں اُبھرنا اور پھر چھپ جانا ایسا عمل ہے جو ہر انسان کے روزانہ مشاہدہ میں آتا ہے لہٰذا ـــــ قرآن مجید میں بھی اس انسانی مشاہدہ کو شرف قبول بخشا گیا ہے اور اس مشاہدہ کو ایک سند جواز بخشی گئی ہے چنانچہ قرآن مجید میں طلوع اور غروب کے الفاظ وارد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (39:50)

”تو جو کچھ یہ (کفار) بکتے ہیں اس پر صبر کرو اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔“

اس طرح کا بیان سورۃ کہف (28:18)، سورۃ قدر (05:97) اور طٰہٰ (130:20) میں بھی آیا ہے۔

05.2۔ حضرت محمد ﷺ کے دورِ مبارک میں طلوع وغروب کے بارے میں مشاہدہ بھی یہی تھا اور عام تجرباتی علم بھی اتنا ہی تھا اس لیے کہ علم فلکیات نے ابھی ترقی نہیں کی تھی۔ تاہم آج علم فلکیات جہاں تک پہنچ گیا ہے اور انسان نے زمین کے گول (کرّہ) ہونے کا علم حاصل کر لیا ہے بلکہ چاند پر جانے کی وجہ سے اس زمین کا ایک دور کا منظر (DETACHED VIEW) بھی دیکھ لیا ہے کہ زمین ایک کُرّہ ہے اور سورج الگ سے کروڑوں میل دور ایک بہت بڑا گرم کرہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا ایک مطالعاتی سفر ”سفر معراج“ کرایا تھا کہ زمین و آسمان اور سورج، چاند کے بارے میں ’کَمَا ھِیَ‘ مشاہدہ ہو سکے۔ یہی بات حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث پاک سے بھی ظاہر ہے کہ:

اِنَّ اللّٰـهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاُیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا، وَ اِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زَوٰی لِیْ مِنْھَا (رواہ مسلم)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب دیکھے اور یقیناً میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا!''

05.3۔ روئے ارضی پر مشاہدہ سے حاصل شدہ معلومات اور ''عام آدمی'' (LAY-MAN) کا تصورِ حقائق اور ہو سکتا ہے مگر اہل علم کے نزدیک آج یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سورج نہ حقیقت میں طلوع ہوتا ہے نہ غروب ہوتا ہے یہ صرف انسانی محدود مشاہدہ ہے جس کا ہم اظہار اپنے الفاظ میں کرتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ تو حقیقت نفس الامری سے واقف تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حقائق دکھا دیے تھے اور اُن (ﷺ) کا تصورِ کائنات ایک حقیقی تصور تھا جس تک آج نہیں قیامت تک آنے والے انسان اپنے تجرباتی علم کی بنیاد پر پہنچیں گے۔ آپ ﷺ کی دعائیں اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہیں۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہے کہ آپ یوں دُعا کیا کریں:

وَ قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (114:20)

(ب) آپ ﷺ کی ایک معنی خیز دعا یہ بھی تھی:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَآءَ کَمَا ھِیَ

''اے اللہ ہمیں چیزیں دکھا جیسا کہ وہ حقیقت میں ہیں''

گویا آپ ﷺ تو اس حقیقت کو سمجھتے تھے اور اس کا کامل ادراک اور فہم رکھتے تھے۔ آپ کے گرد اہل علم صحابہ (جیسے عشرہ مبشرہ اور حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم) بھی علمی لحاظ سے اپنے ماحول سے بہت بلند تھے تاہم دین نے اس عظیم حقیقت کے عام مشاہدے کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ نطق انسانی کی ان اصطلاحات کو قرآن مجید میں تذکرہ فرما کر جاودانی بنا دیا۔

05.4۔ ان گذارشات کا حاصل یہ ہے کہ جیسے سورج نہ حقیقتاً غروب ہوتا ہے اور نہ طلوع، بلکہ زمین

کی محوری گردش کے نتیجے میں ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے اور عام مشاہدہ یہی ہے اہل علم کے جاننے کے باوجود انسانوں کی عظیم اکثریت آج بھی اس طرح کی ذہنی و علمی سطح پر زندگی گذارتے ہیں لہٰذا ــــــــ آسمانی ہدایت میں اللہ تعالیٰ نے بھی اس فلکیاتی حقیقت سے صرفِ نظر فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے بھی عبادات و معاملات کا رشتہ اسی مشاہدہ کے ساتھ جوڑ کر اسے شرف قبول بخش دیا ہے۔

لہٰذا آج کے اہل علم بھی اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود اس مشاہدے کے مطابق عمل کرنے کے پابند ہیں۔ کراچی سے عصر کی نماز پڑھ کر جو لوگ ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہیں وہ 4-6 گھنٹے کے سفر کے بعد بھی سورج کو دیکھ رہے ہوتے ہیں (اور جس علاقے کے اوپر سے گزر رہے ہوتے ہیں اس کے اوقات کے مطابق مغرب و عشاء کی نماز ادا کرتے ہیں۔)

05.5۔ سورج کے طلوع و غروب سے متعلق اوپر درج جغرافیائی اور فلکیاتی حقائق کے علم کے باوجود دین کے معاملات میں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں اسی پس منظر میں ادا کی جاتی ہیں۔ اگر تصورِ کائنات اور حقیقت نفس الامری کے اعتبار سے علمی سطح پر اہل علم (علماء و فضلاء) زمین کے گول (کرّہ) ہونے، سورج سے 9 کروڑ میل دور ہونے اور سورج کے گرد سال بھر میں ایک چکر مکمل کرنے کے بارے میں کبھی تذبذب کا شکار ہوئے ہیں نہ بے یقینی کا۔ بلکہ اس علمی سطح کے فرق کو ناگزیر انسانی ضرورت سمجھ کر قبول بھی کرتے ہیں اور اپنے خطبات و تحریروں میں اس مشاہداتی فرق کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ حکماء کا قول صحیح ہے کہ

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ ''لوگوں سے ان کی عقل و سمجھ کے مطابق بات کرو''

علمی موشگافیوں میں ڈال کر کے اپنے عام سامعین کو 'تکلیف' میں ڈالنا نہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے نہ شارع علیہ السلام کو پسند ہے اور نہ عقلاً و فطرۃً محمود ہے۔ لہٰذا ـــــ دونوں سطحوں پر گفتگو اور علمی مباحث پہلو بہ پہلو رواں دواں ہیں اور رواں دواں رہیں گے۔

مزید برآں یہ بات ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی کمال تدبر و حکمت اور رمز شناسی کی دلیل ہے کہ اپنے دیہاتی (بدو) سامعین کو اپنی دُور بینی، فلکیاتی معلومات اور مشاہدہ کے زور پر خود بھی کبھی کم تر خیال نہ فرمایا بلکہ دوسروں کو اس سے منع فرمایا اور دوسروں کی ذہنی و فکری استعداد کے مطابق ہی ان کو پرکھا اور تولا اور ایمان کی گواہی بھی دی۔ اور یہ آپ ﷺ ہی کی شانِ رفیع ہے کہ علمی سطح پر ایسی

گفتگو سے نہ روکا نہ منع فرمایا بلکہ قرآن مجید کے تقاضوں کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس میدان میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے پر اُبھارا، حوصلہ افزائی فرمائی اور ضرورت کا احساس دلایا۔

05.6۔ کائنات پر غور وفکر کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر وارد ہے سورۃ البقرہ (164-02) میں ہے

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَـجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ O

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں اور بارش میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقل مندوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔'' (164:02)

اور سورۃ آلعمران میں وارد ہے:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ (190:03)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

قرآن مجید کی آیات کے تقاضوں اور شارع علیہ السلام کی حوصلہ افزائی اور مہمیز ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے کائناتی حقائق پر غور وفکر شروع کیا اور دین پر کما حقہ عمل کو ممکن بنا دیا۔

مثال کے طور پر غور فرمایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تھے نماز فرض تھی اور دن میں

پانچ مرتبہ فرض تھی۔ آپ ﷺ نے مدینے میں 10 سال میں 102 فوجی مہمیں روانہ فرمائیں نزدیک بھی اور دُور بھی، مسلمان سفر کرتے ہیں آج یہاں کل وہاں پرسوں کسی اور مقام پر، دن میں پانچ نمازیں ہیں۔ استقبالِ قبلہ ہر نماز کے لئے مسئلہ ہے جس سفر میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ شریک سفر ہوتے تو وحی کے ذریعے قبلہ کا تعین ہو جاتا مگر ـــــ جہاں آپ ﷺ شریک سفر نہ ہوتے تو ـــــ یہ 'تعیین قبلہ' کیسے ہوتا تھا؟ اس کے لیے آپ ﷺ نے ہدایات بھی دیں (یمن میں وفد بھیجتے وقت) تاہم عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اور آپ ﷺ کی کائنات پر غور وفکر کی مہمیز اور شوق دلانے کی وجہ سے اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ ہر مقام پر استقبال قبلہ کوئی مسئلہ نہ تھا۔

اور یہ بات کوئی مذاق یا لطیفہ کی نہیں ہے کہ گذشتہ صدی کے پہلے عشرے میں جرمن انجینئروں نے حجاز ریلوے پر کام کیا۔ مدینہ منورہ کے اسٹیشن کی عمارت ابھی موجود ہے (یہ ریلوے کا نظام پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست کی وجہ سے نا ہنجار برطانوی استعمار نے تہس نہس کر دیا۔ تاہم مدینہ منورہ کے اسٹیشن پر مسجد کے قبلے کے تعین میں (1910ء میں) جرمن ماہرین نے فاش غلطی کر دی جبکہ مکہ صرف 250 میل دُور تھا۔ اس کے برعکس 93ھ، 711ء میں حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ فتح کر کے جو مسجد بنائی وہ آج بھی موجود ہے اور صحیح رُخ پر تعمیر شدہ ہے۔ ملتان کے قلعہ کہنہ قاسم باغ کی تعمیر شدہ مسجد بدست حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ بھی صحیح ترین (قبلہ رخ) مسجد ہے۔

یہ قرآن مجید کی ہدایات اور آپ ﷺ کی تلقین شدہ دعاؤں (اللھم ارنا الاشیاء کماھی) اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان اس رُخ پر آگے بڑھے اور بڑھتے ہی چلے گئے اور بعد ازاں صدیوں مشرق و مغرب پر علمی برتری کے ساتھ چھائے رہے۔

06۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کنایتاً یا اشارتاً چہرہ یا انگلی کا آسمان کی طرف کرنا ـــــ جغرافیہ اور فلکیات کے علوم کی روشنی میں

06.1۔ احادیث مبارکہ میں کئی مواقع ایسے بیان ہوئے ہیں کہ ان مواقع پر چہرہ یا انگشت

شہادت آسمان کی طرف کرنے سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اوپر کی طرف ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے لیے "ثم استوٰی علی العرش" کے الفاظ آئے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان پیدا فرمانے کے بعد عرش پر متمکن ہوا۔ جہاں سے وہ ''بذات خود'' اس کائنات کا انتظام چلا رہا ہے جیسے ارشاد ہوا کہ:

يُولِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُور

''(وہی) رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔'' (06:57)

مزید برآں یہ کہ "وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُم" سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ اس اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) کی صفات، علم، قدرت، ارادہ، سمع اور بصر ہر جگہ کو محیط ہیں اور یوں وہ ہر جگہ اور مقام پر انسان کے ساتھ ہے۔

سورۃ البقرہ کی مشہور آیت، آیت الکرسی میں فرمایا گیا ہے کہ:

...... وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ......(255:02)

''اس (سبحانہ وتعالیٰ) کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کا احاطہ کر رکھا ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ایک لونڈی سے یہ سوال کرنے پر کہ اللہ (تعالیٰ) کہاں ہے؟ لونڈی کا جواب "فی السماء'' آیا ہے۔

06.2۔ آیئے جغرافیہ اور فلکیات کے علوم کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ 'طلوع و غروب' کے مشاہدہ اور حقیقت کے فرق کی طرح آسمان کی اشارہ کے سادہ سے عمل کی حقیقت کیا ہے؟

احادیث مبارکہ کی رُو سے وہ مواقع جہاں چہرہ یا انگشت شہادت کے آسمان کی طرف اٹھانے کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہیں۔

☆ آپ ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں وضو سے فراغت کے بعد نگاہ (یعنی چہرہ) آسمان کی طرف اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنے کی فضیلت بتائی ہے۔

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ رَفَعَ نَظَرَهُ اِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ

وَرَسُولُهُ، فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ

(مسنداحمد عن عمر)

جس شخص نے اچھے طرح سے وضو کیا، پھر آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر یہ کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَـهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں وہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہوجائے''۔

☆ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

......وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ: بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ، يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اللّٰهُمَّ، اشْهَدْ، اللّٰهُمَّ، اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ......

(مسلم عن جابر بن عبداللّٰه)

''......تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ صحابہ نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پہنچادیا اور حق ادا کردیا اور نصیحت کردی۔ تو آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہوجا، اے اللہ تو گواہ ہوجا۔ تین بار فرمایا......''

☆ سنن ابی داؤد میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک لونڈی کے بارے میں مسلمہ یا کافرہ ہونے کا معاملہ درپیش تھا۔ آپ ﷺ نے اس لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ آسمانوں پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ عورت مؤمنہ ہے اسے آزاد کردو۔ روایت کے الفاظ یوں ہیں

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، فَقَالَ لَهَا: أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَأَشَارَتْ اِلَى السَّمَاءِ بِأُصْبُعِهَا،

فَقَالَ لَهَا: فَمَنْ أَنَا؟ فَأَشَارَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَاِلَى السَّمَاءِ يَعْنِى أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ: أَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ (ابوداؤدعن ابی ہریرہ)

''ایک شخص نبی ﷺ کے پاس ایک سیاہ رنگ والی لونڈی لے کر آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک مسلمان غلام آزاد کرنا مجھ پر لازم ہوگیا ہے۔ آپ نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس باندی نے نبی ﷺ کی طرف اور آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی آپ، اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو کیونکہ یہ مسلمان ہے۔

☆ دوسرے پارے کے آغاز میں تحویل قبلہ کے تذکرہ میں آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے پُراُمّید رہتے ہوئے منتظر نگاہوں کا آسمان کی طرف اٹھانے کا بیان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (02-144)

''(اے محمد ﷺ!) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے۔''

☆ ادائیگی نماز کے دوران تشہد میں بھی کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے انگشت شہادت (سبابہ) کا اٹھانا اسی نوعیت اور قبیل کا عمل ہے۔

06.3 انسان روئے زمین پر ___ علم جغرافیہ کی روشنی میں

جغرافیہ (GEOGRAPHY) کا علم روئے زمین کے علم کا نام ہے۔ دریا، پہاڑ، میدان، ندی نالے، ریگستان، سمندر، اونچ نیچ، موسم وغیرہ اجمالاً اس علم کے تحت آتے ہیں۔ آج اس علم کے بھی کئی مزید شعبے بن چکے ہیں۔

عام مشاہدہ کے لحاظ سے اور عام آدمی کے فہم وادراک کی سطح پر

چار سمتوں اور کھڑے انسان کا اوپر کی طرف اشارہ کرنا یا دیکھنا سامنے دیے گئے نقشہ میں دکھایا گیا ہے

عام انسانی تصور آج سے ہزاروں سال پہلے بھی یہی تھا (اسلام کے صدرِاوّل میں بھی اور آج بھی یہی ہے) کہ زمین چپٹی (FLAT) ہے جیسے کوئی بڑا وسیع (حد نگاہ تک پھیلا ہوا)

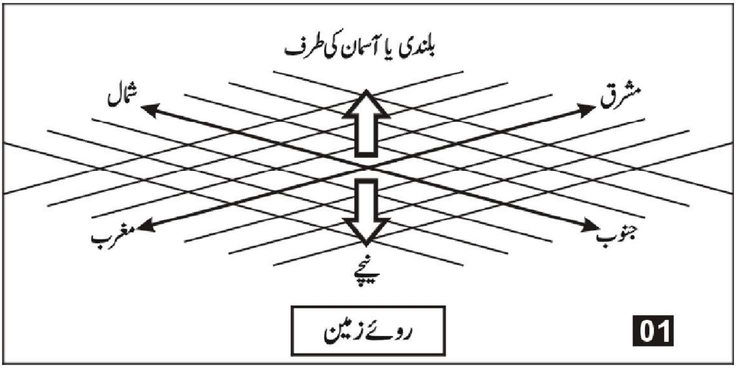

میدان اس کی چار سمتیں ہیں آدمی اس سطح پر کھڑا ہوتا ہے اور جب اوپر کی طرف اشارہ کرتا ہے تو وہ آسمانوں اور بلندیوں کی طرف ہوتا ہے نیچے کی طرف اشارہ کرتا ہے تو پاؤں کے نیچے زمین کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور آدمی جب قبلہ رُو ہوکر اپنے دو ہاتھ لمبے کر کے دائیں بائیں پھیلاتا ہے تو چار سمتیں وجود میں آتی ہیں۔

سامنے مغرب، پیچھے مشرق، دائیں ہاتھ کی طرف شمال اور بائیں ہاتھ کی طرف جنوب کی سمتیں ہوتی ہیں۔

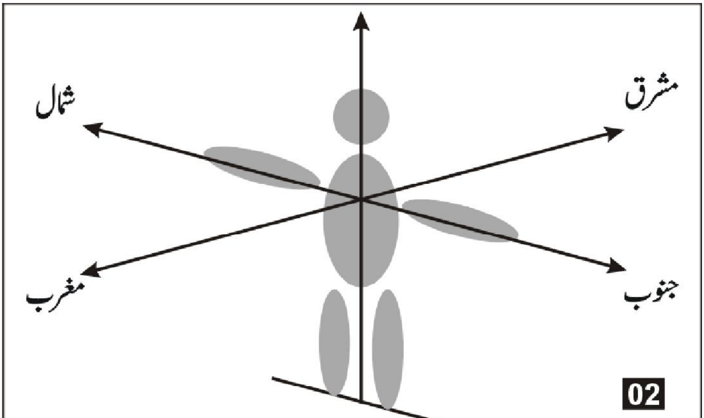

قرآن میں سورۃ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ مذکور ہے جب وضاحت فرماتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرا رب آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب کا مالک ہے تو فرعون اپنے وزیر ہامان سے یوں گویا ہوا کہ:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ فَاَوْقِدْ لِىْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّىْ صَرْحًا لَّعَلِّىْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (38:28)

''اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار! میں تمہارا اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا تو ہامان میرے لیے گارے کو آگ لگا (کر اینٹیں پکا) دو پھر ایک (اونچا) محل بنا دو تا کہ میں موسیٰ کے خدا کی طرف چڑھ جاؤں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔''

گویا اس نے یہ سمجھا کہ آسمان یہاں سے تھوڑا ہی اونچا ہے پہاڑ پر چند منزلہ مینار (WATCH TOWER) بنا کر دیکھوں گا تو ساری فضاؤں کا جائزہ لے لوں گا۔

06.4۔ (ا) اوپر درج صورت احوال خود ذاتی طور پر سمتوں کا اندازہ کرنے کیلئے ہے جب آدمی دور کسی چیز کو دیکھتا ہے یا دیوار پر کسی چارٹ اور نقشے کو دیکھتا ہے تو سمتوں کا تعین اِس طرح ہوتا ہے کہ اوپر کی طرف شمال، دائیں طرف مشرق، بائیں طرف مغرب اور نیچے جنوب کی سمت ہوتی ہے۔

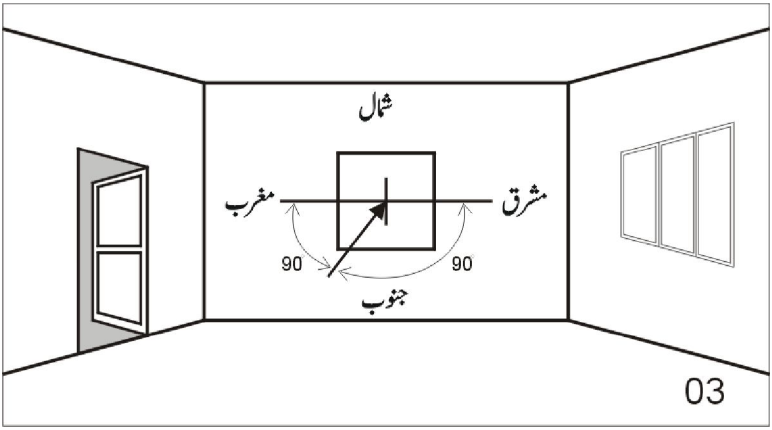

اور ہماری نگاہ یا آنکھ اس دیوار کی سطح پر °90 درجے کا زاویہ بناتے ہوئے عمودی رخ پر ہوتی ہے۔

(ب) یہی صورت حال اس وقت بھی پیش آتی ہے جب آپ کے سامنے کوئی شخص کھڑا ہے اور وہ اوپر کی طرف ہاتھ سے یا انگلی سے اشارہ کرتا ہے۔

(ج) سطح زمین پر مکان کا نقشہ ہو یا شہر کا، مسجد کا قبلہ رخ بنانا ہو یا کسی کو راستہ بتانا ہو تو شمال

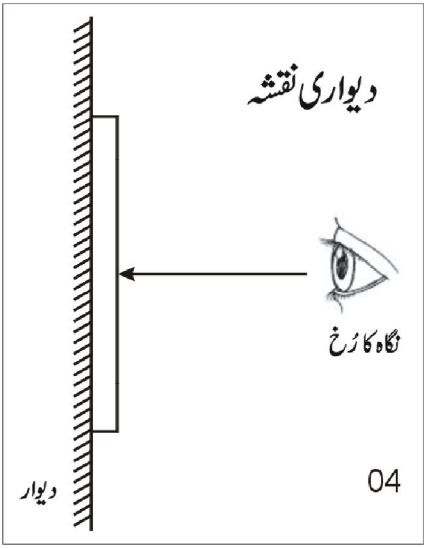

جنوب مشرق مغرب پہچاننے کا ایک طریقہ ہے جو اوپر نقشہ (1) اور نقشہ (2) میں واضح کیا گیا ہے۔ جبکہ کسی دیوار پر نقشہ ہو یا دور کوئی بڑی چیز ہو اس کے سمتوں کا تعین نقشہ (3) میں دیا گیا ہے یعنی دیواری نقشہ کے اوپر شمال اور نیچے جنوب کی سمتیں ہوتی ہیں اور سامنے دیکھتے ہوئے آپ کے دائیں مشرق اور بائیں مغرب کی سمت ہوگی۔

06.5۔ کسی آدمی کا آسمان کی طرف ہاتھ یا انگلی سے اشارہ کرنا

(ا) کسی دیواری نقشے کی سمتوں کی طرح زمین پر کھڑے آدمی کا ہاتھ اٹھا کر یا انگلی سے اوپر کی طرف اشارہ کرنا (مشاہدہ کے مطابق) ان ہی سمتوں کو ظاہر کرتا ہے جیسا اوپر نقشہ (3) میں ظاہر کی گئی ہیں۔

(ب) اس اصول پر جب ہمارا مشاہدہ عام زمینی سطح اور کھلی آنکھ سے دیکھی جانے والی چیزوں سے ہٹ کر ایک وسیع وعریض پس منظر میں فضائی سطح پر جاتا ہے تو بھی شمال اوپر کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اسی بات کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ زمین کی سطح پر مکانات، رقبہ جات اور سڑکوں کی سمتیں ایک اصول کے تحت آتی ہیں نقشہ (1) اور (2) اور دیواری نقشوں، بل بورڈز اور بڑی عمارتوں کے سامنے کے مناظر (FRONT & SIDE ELEVATIONS) دوسرے اصول کے تحت آتے ہیں (نقشہ 3) اس علم کو علم جغرافیہ (GEOGRAPHY) کہا جاتا ہے۔

06.6۔ ہمارا علم جب سطح زمین سے بلند ہو کر فضاؤں میں جاتا ہے تو آپ کو معلوم ہے کہ زمین ایک کرہ (فٹ بال کی مانند) ہے اس کا ایک چاند ہے زمین کی طرح دیگر 8 مزید کُرّے ہیں (مریخ، مشتری وغیرہ) یہ تمام کُرّے ایک ترتیب سے سورج کے گرد چکر لگارہے ہیں۔ یہ تمام

کُرّے ایک ہی سطح پر ہیں۔ یہ نظام شمسی کہلاتا ہے (SOLAR SYSTEM) اور پوری کائنات میں ہمارا یہ نظام شمسی اسی کا ایک حصّہ ہے۔اس سطح پر آ کر یہ مشاہداتی علم ،علم فلکیات کہلاتا ہے۔

06.7۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ علم فلکیات میں سمتوں کا تعین کیسے ہوتا ہے

علم فلکیات کی روشنی میں سمتوں کے اظہار کے لئے سب سے پہلے زمین (کرہ ارضی) پر نگاہ مرکوز کرنا ضروری ہے۔ اور ہمارے نزدیک سب سے اہم یہی مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ اور یہ علمی حقیقت انسان پر واضح ہو جائے تو علم فلکیات (ASTRONOMY) میں شُدبُد پیدا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

(واضح رہے کہ علم فلکیات کی حقیقت وہی ہے جو ہم نے اوپر درج کی ہے آج کی دنیا میں بعض عامل اور پیر بھی ماہر فلکیات کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، وہ چیزے دیگر ہے۔ وہ 'علم نجوم' کے طور پر معروف ہے اور 'ماورائی علوم' کی قسم کی چیز سے جس میں انسان کا مقدر کئی آسمانی کرّوں (12 عدد) سے ملا کر انسان کی تاریخ پیدائش کے ساتھ اسے جوڑ کر ظاہر کیا جاتا ہے اور اسی سے منحوس دن، اور نحس مہینے وغیرہ کی اصطلاحات زبان زد عام ہیں اور لوگ ان عاملوں اور قسمت کا حال بتانے والوں کے پاس جاتے ہیں اور اپنا ایمان اور عقیدہ ضائع کرتے ہیں۔

یہ علم جیسے ہمارے ہاں ہے بعینہٖ پوری دنیا میں ہے بلکہ مغرب کے جدید معاشروں میں زیادہ ہے، آپ اپنے ہاں اردو اخبارات ہی نہیں بلکہ انگریزی اخباروں میں '' آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا '' پڑھتے ہوں گے یہ آج کے سائنسی دور میں اسی علم کا شاخسانہ ہے۔)

اصولی طور پر علم فلکیات ایک علم ہے جسے آج کل امریکی ادارہ NASA آگے بڑھا رہا ہے اور دیگر ممالک بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق اس میں مشغول رہتے ہیں وہ کوئی '' ماورائی سائنس '' (OCCULT SCIENCE) نہیں ہے بلکہ حقیقی مشاہداتی علم ہے جو فضائی سفر میں اور فضاؤں کی تسخیر میں انسان کا ممدومعاون ہے)

(ا) زمینی کرّہ کی فضا میں سمتوں کا تعین کرنے کے لئے آپ چشم تصوّر میں پوری زمین (GLOBE) کو لائیں (یا اگر ممکن ہو تو بازار سے مختلف سائزوں میں بھی 'گلوب' ملتا ہے خرید لیں اور اس پر غور فرمائیں) جس میں ایک فٹ بال کی طرح گول زمین دکھا کر اس میں مختلف ممالک کو دکھایا جاتا ہے

سورج کو مرکز مان کر جو 9 عدد کُرّے (بشمول زمین) اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں وہ ایک سطح (PLANE) پر ہیں۔ زمین کا سورج سے فاصلہ 9 کروڑ میل یا 14.4 کروڑ کلومیٹر ہے۔

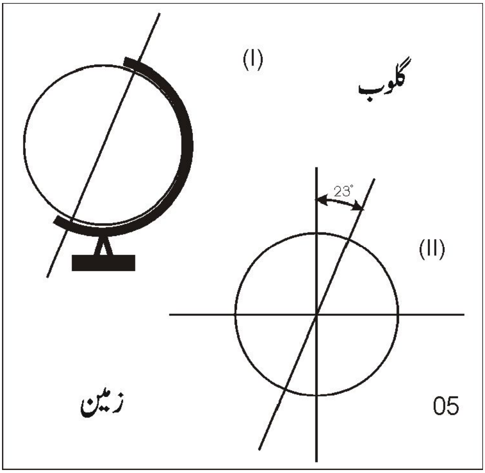

گویا یہ نو کُرّے سورج کے گرد ایک بہت بڑے وسیع دائرے میں چکر لگا رہے ہیں جس میں زمین کا دائرہ 14.4 کروڑ کلومیٹر نصف قطر کا ہے یعنی سردیوں گرمیوں میں سورج کے ایک طرف سے دوسری طرف جاتی ہے۔

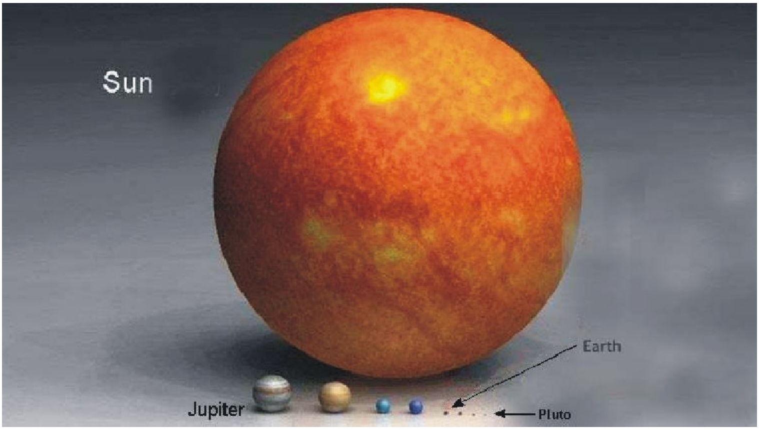

زمین اور سورج کے حجم کی باہمی مناسبت

(جس سے سال کے موسم بنتے ہیں) تو یہ دو فضائی مقام ایک دوسرے سے صرف 28.8 کروڑ کلومیٹر دور ہوتے ہیں (یاد رہے کہ زمین سورج کے گرد یہ فاصلہ ایک شمسی سال (364,I/4 دن) میں طے کرتی ہے تو تقریباً 57 کلومیٹر فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کر کے اپنے مدار پر یہ چکر مکمل کرتی ہے۔ زمین کی دوسری گردش محوری ہے جو زمین اپنے محور کے گرد گھوم کر انجام دیتی ہے اس

گردش سے دن رات بنتے ہیں جو حصہ سورج کے سامنے آجاتا ہے وہ دن ہوتا ہے اور جو حصہ مخالف طرف ہوتا ہے وہاں رات ہوتی ہے۔ یہ گردش مسلسل جاری ہے اور یہ دن رات کی تقسیم بھی مسلسل جاری رہتی ہے، اسی اصول کے تحت پاکستان اور سعودی عرب کے وقت کا فرق دو گھنٹے رکھا گیا ہے۔ اور امریکہ کا فرق تقریباً 12 گھنٹے ہے۔ بی بی سی پر خبریں ہوں یا VOA پر، جب وہ وقت بتاتے ہیں تو اس وقت لندن میں یہ وقت ہے۔ پاکستان میں یہ وقت بھارت کی گھڑیوں میں یہ وقت ہے وغیرہ وغیرہ) فضا میں کرہ ارضی کا نقشہ کچھ یوں ہے۔

فضا میں نظام شمسی کے تمام زمین کرے ایک سطح (PLANE) میں حرکت کر رہے ہیں

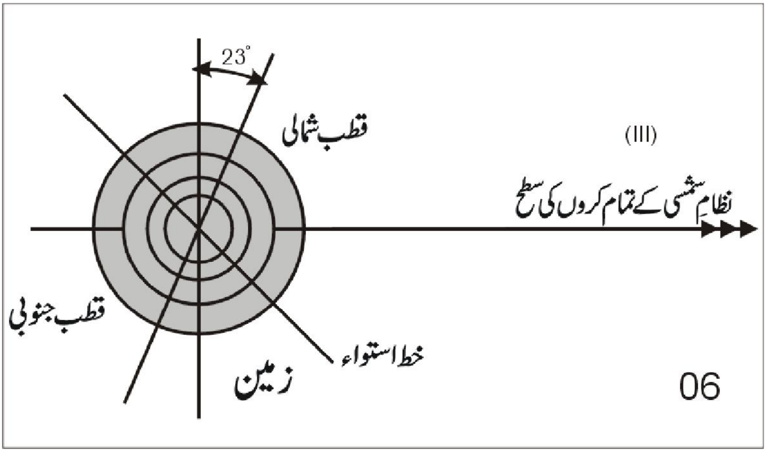

ان کی رفتار مختلف ہے اور ان کا سال اور دن (ہماری زمین کے ایک محوری چکر اور سالانہ چکر جب ہماری گھڑیاں 24 گھنٹے اور 364,1/4 دن بتاتی ہیں) بھی مختلف ہیں۔

زمین کو جغرافیائی لحاظ سے دو حصوں (دو نصف کرے) میں تقسیم کریں تو اس خط کو خط استواء کہتے ہیں اور سب سے اوپر والا حصہ ایک قطب (POLE) کہلاتا ہے اور سب سے نیچے والا حصہ دوسرا قطب (POLE) کہلاتا ہے۔ اور دونوں قطبوں (POLES) کو ملانے والا ہے ایک فرضی خط ہے یہ خط سورج کے گرد کروں کی گردش کے PLANE کے ساتھ 23° درجے کا زاویہ بنا کر ذرا ایک طرف کو جھکا ہوا ہے۔ اس کا اثر ہمارے ہاں موسموں، طلوع وغروب اور دیگر کئی معاملات پر نمایاں ہوتا ہے۔

06.8۔ علم فلکیات کے اس مقام پر زمین کی سمتوں کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ دیواری نقشے کی سمتوں کی طرح اوپر شمال اور نیچے جنوب متصور ہوتا ہے۔

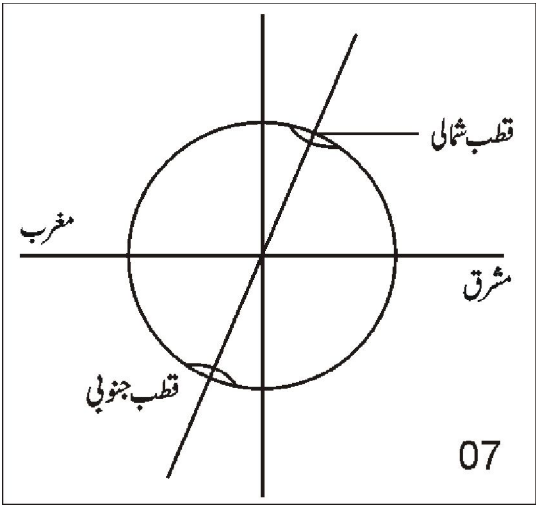

اس لحاظ سے پاکستان کے شمالی ممالک کے اوپر جو قطب ہے وہ قطب شمالی اور نیچے آسٹریلیا کی طرف جو قطب ہے وہ قطب جنوبی کہلاتا ہے اور اسی معنی میں بیت المقدس (اور حرمین شریفین) کا علاقہ مشرقِ وسطیٰ کہلاتا ہے پھر مشرقی ممالک اور مشرق بعید (FAR EAST) کے ممالک ہیں اور اسی معنی میں مغربی ممالک اور مغربی طاقتوں یعنی امریکہ وغیرہ کی اصطلاح مستعمل ہے۔

06.8۔ آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر یا انگلی سے اشارہ کرنا ___ علم فلکیات کی روشنی میں

(ا) اس سلسلے میں پہلی بات ذہن نشین کرنے کی یہ ہے کہ نظام شمسی کو ذہن میں لائیں پھر زمین (کرہ ارضی) کا تصور کریں (یاد رہے کہ زمین کا قطر تقریباً 8000 میل یا 12800 کلومیٹر ہے اور محیط تقریباً 25000 میل (یا 39000 کلومیٹر) ہے اور روشنی 186000 میل (یا 3 لاکھ کلومیٹر) فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے اور زمین کے گرد ایک سیکنڈ میں سات سے زیادہ چکر لگا لیتی ہے اسی لئے بی بی سی اور VOA سے ریڈیو رٹی وی پر وقت سن کر گھڑی ٹھیک کرنے سے وقت کا کوئی فرق نہیں پڑتا ہے)

(ب) دوسرے مرحلے میں ذرا اس کا تصور کریں کہ زمین پر جہاں بھی انسان رہتے ہیں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب انسان زمین پر کھڑا ہوتا ہے تو اس کی کیفیت کیسی ہوتی ہے فلکیات

کے میدان میں پاکستان، ایران، سعودی عرب، مراکش، امریکہ میں آدمی جب زمین پر کھڑا ہوتا ہے اور وہ زمین کی سطح سے 90° درجے کا زاویہ بناتا ہے تو دیکھنے والے کو دور سے سطح زمین پر افقی حالت میں ہوتا ہے یعنی اس شکل کے مطابق ہوتا ہے۔ اور قطب جنوبی، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا میں آدمی سر نیچے اور پاؤں اوپر ہوتے ہیں مگر انسان کو محسوس نہیں ہوتا ہے۔

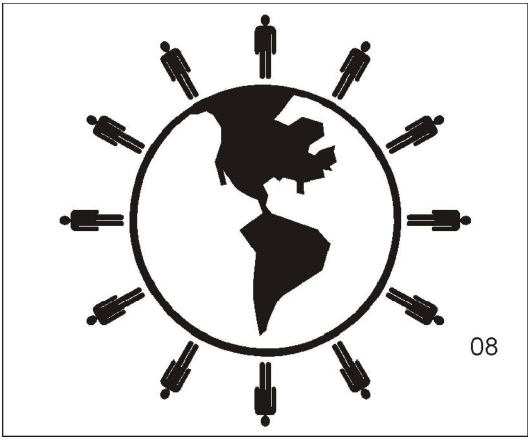

(ج) اب قارئین مزید غور فرما کر توجہ اور دقت نظر سے اسی بات کو سمجھیں کہ جب دو آدمی چاہے ایک دوسرے سے 1.5 میٹر کے فاصلے پر کھڑے ہوں اتنا فاصلہ جتنا بازو لمبے کریں تو ہاتھ آپس میں TOUCH نہ ہوں تو بظاہر یہ فاصلہ بہت تھوڑا ہے مگر نیچے زمین کے مرکز میں جا کر یہ فاصلہ صفر ہو جائے گا جبکہ یہی فاصلہ فضا میں ایک خط مستقیم میں بڑھائیں تو چاند کے مدار یعنی 400000 کلومیٹر پر یہی فاصلہ 100 میٹر ہو جائے گا اور سورج جتنے فاصلے پر دیکھیں تو یہی فاصلہ تقریباً چار کلومیٹر ہو جائے گا۔

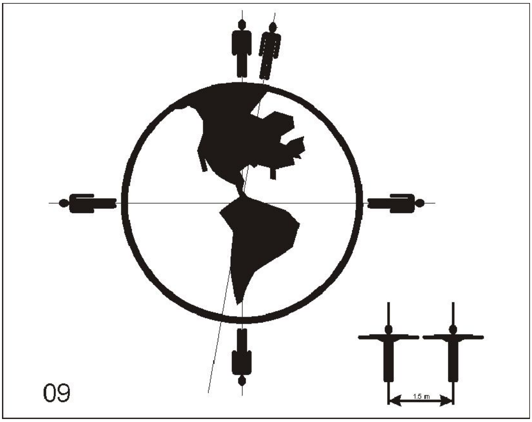

گویا انڈونیشیا سے لے کر مراکش اور امریکہ تک جب ہم لوگ کھڑے ہو کر آسمان کی

طرف انگلی کا اشارہ کریں یا منہ آسمان کی طرف کر کے اللہ سے مخاطب ہوں تو قریب کی فضا سورج کے مدار کے فاصلے پر کروڑوں کلومیٹر طویل پر یہ اشارہ پھیل جائے گا۔ وہ اشارہ کسی ایک معین سمت میں نہیں ہوگا۔ مزید برآں زمین مسلسل حرکت میں ہے (محوری حرکت) میں خط استواء ہر ایک آدمی ایک جگہ 1600 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے محوحرکت ہوتا ہے۔ گویا ایک آدمی ایک جگہ کھڑا اللہ کو پکار رہا ہے طویل نماز میں ہے تو چار منٹ میں وہ زمین کی سطح پر ہی 100 کلومیٹر اپنی جگہ سے دور جا چکا ہوگا۔ اور ایک گھنٹہ میں 1600 کلومیٹر دور۔ روئے زمین پر حج کے موقع پر نماز جمعہ کے موقع پر انڈونیشیا سے مراکش تک کروڑوں افراد اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں تشہد میں انگلی کھڑی کرتے ہیں جس سے زمین کی سطح پر بھی ایک بہت بڑا (نظری) کرہ وجود میں آتا ہے جو مشارٌ الیہ بنتا ہے اور فضا میں ذرا دُور صرف سورج کے فاصلے تو سینکڑوں گنا بڑا (نظری) کرہ بنتا ہے۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ زمین سورج کے گرد بھی چکر لگا رہی ہے اور ایک ہموار PLANE میں تقریباً 57 کلومیٹر فی سیکنڈ حرکت کر کے سال بھر میں سورج کے گرد چکر مکمل کرتی ہے۔ گویا ہم انسانوں کے نقطہ نظر سے نماز کے دوران ہی زمین پر نمازی کا اشارہ چند سیکنڈوں میں سیکڑوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ یوں مشارٌ الیہ کے لئے ہمارے اشارے سے ایک عظیم نظری کرہ (GREAT HYPOTHETICAL SPHERE) وجود میں آتا ہے جو ہمارے نظام کو چاروں طرف سے محیط ہوتا ہے۔

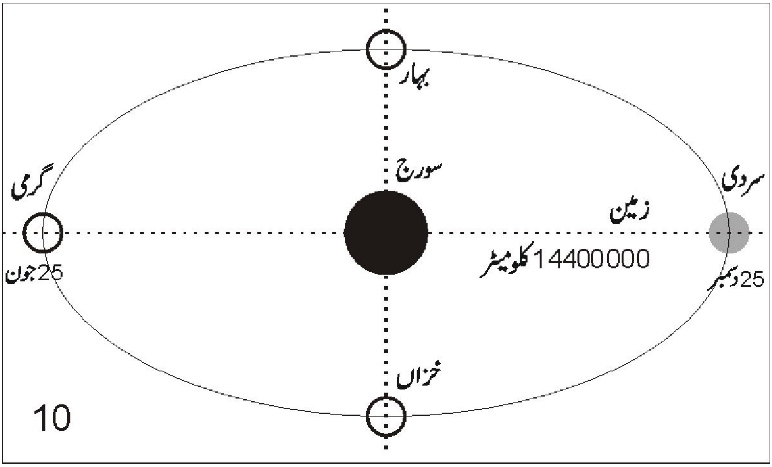

(د)　　قارئین اُکتائیں نہیں ـــــ یہ کائنات ہمارے ربّ کی تخلیق ہے اور جتنا غور کریں اتنی ہی حکمتیں سامنے آتی ہیں اور بحوائے آیات قرآنی ـــــ حقیقت حال یہ ہے۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَاب(03-190)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

یہ ہر صاحب ایمان (جواُولوالالباب بھی ہیں) کا فرض ہے کہ وہ اپنے مشاہدے اور علم کو حاضر دماغی سے بروئے کار لا کر غور فرمائے۔ اوپر درج اندازے صرف ہمارے نظام شمسی تک تھے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کائنات اتنی وسیع ہے کہ ہمارا نظام شمسی اس میں ''وسیع صحرا میں ایک ذرّے'' کی طرح ہے۔ (جاری ہے)

صہیونی تعلیمی نصاب کی ایک جھلک

رضی الدین سیّد

(بشکریہ مجلّہ فقہ اسلامی، کراچی، اپریل 2015ء)

نئے عالمی نظام اور امریکی ایجنڈے کے تحت پورے عالم اسلام میں عموماً اور سرزمین پاکستان میں خصوصاً دوسری بڑی منفی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اسکولوں، کالجوں اور جامعات کے تعلیمی نصابوں کو تبدیل کرنے اور انہیں لبرل بنانے کا کام بھی زور وشور کے ساتھ جاری ہے۔ کہا جارہا ہے کہ بطور انسانیت تمام انسان برابر ہیں لہٰذا بہت زیادہ بنیاد پرستی پھیلانے اور دوسرے مذاہب کے خلاف تعصّبات کو جنم دینے والے مضامین کو درسی کتابوں سے نکال دینا چاہئے۔ (معروف فری میسنری تنظیم کا نعرہ بھی یہی ہے کہ مذہبِ انسانیت ہی فی الاصل مذہبِ محبت ہے)

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ سالوں میں ہمارے قومی نصاب سے سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مضامین اور بعض حمدیہ نظمیں اور نعتیں بھی خارج از نصاب کردی گئی ہیں۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہودیوں کے خلاف ہونے والی جنگ خیبر، اور گزشتہ دور میں بھارت کی جانب سے مسلط کردہ ستمبر 1965ء کی جنگ کو بھی درسی کتابوں سے خارج کیا جاچکا ہے۔ حالانکہ ان معاملات پر اُن دنوں پورے پاکستان میں بڑا واویلا بھی مچا تھا اور ایک ہمہ گیر تحریک بھی چلی تھی لیکن جن منصوبوں کو صہیونی اور بھارتی ہدایت کے تحت دنیا بھر میں نافذ العمل ہونا ہوتا ہے ان کے خلاف تمام احتجاج اور ہر قسم کا واویلا ہمارے ہاں بے معنی سمجھا جاتا ہے۔

ایک طرف ہمارے حکمرانوں کی ذہنی مرعوبیت کا درج بالا نمونہ ہے اور دوسری جانب خود صہیونیوں کا اپنا طرزِ عمل جو ہر معاملے پر یکسو ہے اور جنہیں اپنے ہاں کسی بھی قسم کی تبدیلی گوارا نہیں ہے۔ ذیل کی سطور کے ذریعے ایک جائزہ یہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ خود اسرائیل میں تعلیمی اداروں میں نصاب کی کیا حالت ہے اور وہاں طلباء کو کیا کچھ پڑھایا اور سکھایا جا رہا ہے؟

امریکہ میں مقیم ایک عرب عیسائی STEVEN SLAITA نے اپنی کتاب ANTI ARAB RACISM IN THE USA شائع شدہ امریکہ، میں اسرائیل کے تعلیمی نصاب کے بارے میں کافی کچھ تفصیل سے بتایا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ تل ابیب یونیورسٹی نے اپنے طلبہ کے لئے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ''یہودی ایک منصفانہ اور انسانی معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف ہیں یعنی وہ ان عربوں کے خلاف جنگ کرنے میں منہمک ہیں جو اسرائیل میں یہودیوں کو بسنے دینے کے قائل نہیں ہیں''۔ مذکورہ مصنف لکھتا ہے کہ اسرائیلی کتابوں میں یہودیوں کو بہادر، محنت کش اور ملک کی ترقی میں مددگار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ عرب قوم ان تمام خصوصیات سے عاری ہے۔ ان کتابوں میں عربوں کو ایک ایسی قوم ظاہر کیا گیا ہے جو کمتر، غیر مہذب، سست الوجود اور بے حس ہے۔ ان کے مطابق عرب قاتل ہیں، جلاؤ گھیراؤ کرتے ہیں اور آسانی سے مشتعل ہو جاتے ہیں۔ ''یہ منتقم مزاج، بیمار، اور شور کرنے والے لوگ ہیں''۔ کتاب اپنے طلبہ کو بتاتی ہے۔

اگرچہ اسرائیل نصابوں میں حالات کے تحت بعض اصلاحات بھی کی جارہی ہیں لیکن ان کا تعلق فلسطین اور اس کے باشندوں کے ساتھ نہیں ہے۔ ایک سترہ سالہ اسرائیلی طالب علم نے بتایا کہ اس کی کتابیں اسے بتاتی ہیں کہ ہر وہ کام جو یہودی کرتے ہیں، عمدہ اور قانونی ہوتے ہیں جبکہ عربوں کے ہر فیصلے غلطی سے پُر ہوتے ہیں، اور یہ کہ عرب ان یہودیوں کو فلسطین سے نکالنے کے ہمیشہ درپے رہتے ہیں۔ تعلیمی کتابوں میں اس طرح کے اسباق سمو کر وہاں کی حکومت یہودی طلبہ میں عربوں اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کو بالکل ابتدا ہی سے سمونے کی کوشش کرتی ہے۔

حیفہ (اسرائیل) کے ایک اسکول کی چھٹی جماعت کے ستر فیصد یہودی طلبہ نے بتایا کہ عرب باشندے قاتل، اغواء کنندہ، جرائم پیشہ اور دہشت گرد ہوتے ہیں۔ اسی اسکول کے

اَسّی فیصد طلبہ نے بتایا کہ عرب لوگ گندے ہیں ان کے چہرے وحشت ناک ہیں، ان کے نوے فیصد طلبہ نے اظہار رائے کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل پر فلسطینی عربوں کا کوئی حق نہیں ۔(بحوالہ مذکورہ بالا کتاب)

1967ء سے اب تک جو کتابیں اسرئیل میں شائع ہوتی چلی آ رہی ہیں، ایک امریکی مصنف وایڈیٹر کوہن، کے مطابق ان میں سے 520 کتابوں میں فلسطینیوں کے بارے میں توہین آمیز منفی تبصرے پائے جاتے ہیں جن میں عربوں کو تشدد پسند، برائی کا سرچشمہ، جھوٹے، لالچی، دو چہروں والے اور غدار قرار دیا گیا ہے۔ ان خصوصیات کے علاوہ مذکورہ مصنف کوہن نے نوٹ کیا کہ رسوا کرنے کی خاطر عربوں کے لئے مذکورہ کتابوں میں مندرجہ ذیل الفاظ بار بار استعمال کئے گئے ہیں۔

قاتل...... 21 بار، سانپ...... 6 بار، گندے...... 9 بار، منحوس جانور...... 17 بار، خون کے پیاسے ...... 21 بار، بھوتوں اور جنوں پر یقین رکھنے والے...... 9 بار، اور اونٹ کے کوہان...... 2 بار

ایڈیٹر کوہن لکھتا ہے کہ عربوں کے بارے میں یہ خرافات، عبرانی (یہودی) ادب و تاریخ کا ایک بڑا حصہ ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے مقابلے میں وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے ابتدا ہی سے دشمنی سے بھرا رویہ رکھتے ہیں، اسرائیلی مصنّفین خود بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں تاکہ اس طرح یہودی طلبہ کے نظریے پر اثر انداز ہوسکیں اور تاکہ اس طرح یہودی طلبہ عربوں کے ساتھ ''معاملہ طے کرنے کے لئے'' تیار ہو جائیں۔

ایک بار سابق اسرائیلی صدر موشے کٹساوَ KATSAV نے کہا تھا کہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان ایک بڑا خلا ہے اور وہ یہ خلا محض صلاحیتوں کے لحاظ سے نہیں بلکہ اخلاق، تمدن، انسانی جانوں کی حرمت اور ضمیر کے لحاظ سے بھی ہے۔ فلسطینی وہ لوگ ہیں جو ہمارے براعظم اور ہماری دنیا سے تعلق ہی نہیں رکھتے۔ ان کا تعلق ایک دوسری کہکشاں سے ہے۔'' کتاب کا مذکورہ مصنف ''اسٹیون سلیٹا کہتا ہے'' رات کو اسرائیلی ایک پرسکون نیند لیتے ہوں گے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کی نصابی کتابیں اپنا کام خوب کر رہی ہیں۔'' (ص 39)

اسرائیلی تعلیمی اداروں کے مختلف درجات میں یہودیوں پر ہٹلر کے مظالم کا فرضی قصہ،

ہولوکاسٹ کے نام سے پڑھایا جانا بھی لازمی تصور کیا جاتا ہے تاکہ ان کی آنے والی نسلیں اپنے باپ دادا کی دشمنیوں، اور یہودی قوم کے دنیا بھر میں مظلوم ہونے کی حالت سے واقف ہوسکیں۔ ظاہر ہے کہ ظلم وستم کے تفصیلی اور بار بار کے مطالعے سے ان کے اندر انتقام کا شدید ردّعمل پیدا ہونا لازمی ہے۔ یہودی شریعت کے مطابق دنیا میں پائے جانے والے تمام غیر یہودی بشمول عیسائی اور مسلمان، گوئم (چوپائے، اُمّی، اور احمق) ہیں۔ لہٰذا اسی بنیاد پر ان کی ہر سطح کی درسی کتابوں میں یہودی طلبہ کو اصرار کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے علاوہ باقی تمام قوموں کو گوئیم، رذیل اور چوپائے سمجھیں۔

افسوس کہ آج کوئی عیسائی اور مسلم حکمران اسرائیل سے نہیں کہتا کہ وہ اپنے نصاب سے انتقامی ردّعمل کو جنم دینے والے ''ہولوکاسٹ'' اور GoYEM والے اسباق اپنے نصابوں سے خارج کردے۔ بقول کسی مغربی دانشور کے کہ دنیا کے امن کو تاراج کرنے سے اگر کسی قوم کو دلچسپی ہے تو وہ صرف یہودی قوم ہے۔

''وہ معروف آنجہانی یہودی مصنّفین اسرائیل شحاک، اور نارٹن میزونسکی اپنی کتاب ''اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی'' (شائع شدہ جمہوری پبلی کیشنز۔لاہور) میں لکھتے ہیں کہ اسرائیل کے تعلیمی اداروں میں طلبہ کو یہودیوں کی بنیادی مذہبی کتاب ''تالمود'' کا مطالعہ ضرور کروایا جاتا ہے تعلیمی حکام اپنے طلباء کو ہدایت دیتے ہیں کہ عبادت کرنے، خیرات دینے یا دوسرے نیک کام کرنے کی بجائے تالمود کا مطالعہ ان کے لئے جنت میں داخلے کے لئے زیادہ بہتر ہے اور جو طلبہ تالمود کے مطالعے میں منہمک ہوتے ہیں، وہ خود اپنے اپنے خاندان، اپنے مالی معاونین اور دوسرے یہودیوں کے لئے بھی کسی حد تک جنت میں داخلے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ (ص 62)

یہی مصنّفین آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ریاست اسرائیل کے قیام کے چند سالوں کے بعد ہی اول درجے کے اسکولوں کی ریاضی کی کتابوں سے جمع کا نشان ختم کر کے اس کی جگہ (T) کا نشان لگایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جمع کا نشان یہودی بچوں کو مذہبی اعتبار سے بگاڑ سکتا ہے (ص 179) اسی ایک مثال سے اسرائیلی تعلیمی اداروں میں یہودی بنیاد پرستی کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہودی مذہب پر معروف ربیوں کی لکھی ہوئی امریکی ضخیم کتاب ''ایکسپلورنگ جیوش ٹریڈیشن'' (مصنّفین ربی ابراہام جے وٹی اور راشیل جے وٹی۔ مطبوعہ ڈبل ڈے پبلشرز۔ نیویارک۔ص453-445) میں بتایا گیا ہے کہ ''یہودی اساتذہ اپنے طلبہ کو ذہن نشین کرواتے ہیں کہ جیسے جیسے وہ بوڑھے ہوتے جائیں گے، انہیں اندازہ ہوگا کہ تورات کے ہر حرف کے پیچھے کتنے آنسو اور کتنی مشکلات پوشیدہ ہیں۔'' اس طرح پڑھائی جانے والی ایک نظم کا نمونہ مندرجہ ذیل ہے:

''پڑھو الف بے۔ جو میں کہہ رہا ہوں، بچو، اسے دھیان سے سنو، جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو خود سمجھ جاؤ گے کہ ہر حرف کے اندر کتنے آنسو اور کتنے بین پوشیدہ ہیں!''

ان الفاظ سے شاعر دراصل طلبہ کو سمجھانا چاہتا ہے کہ موجودہ تورات کو تم تک پہنچانے میں تمہارے آباء واجداد کو کس قدر دکھوں اور اذیتوں سے گزرنا پڑا ہے! (افسوس کہ مسلمان قرآن کے مسلمانوں تک پہنچنے میں آنے والی تکلیفوں کا ذکر کرنے کو عیب سمجھتے اور نصاب سے خارج کرواتے ہیں۔ (مجلس ادارت) اس وقت امریکہ اور اسرائیل میں ان گنت اسکول اور کالج ایسے ہیں جن میں مرد وخواتین کو تورات اور جدید علوم دونوں کا عالم بنائے جانے کے کورس کروائے جاتے ہیں۔ ایک بڑا ربی، الزر، دونوں قسم کی تعلیمات کے بارے میں اصولی بات کہتا ہے۔ ''اگر تورات نہیں ہے، تو دنیا کا کوئی پیشہ نہیں ہے۔ اگر آٹا نہیں ہے تو تورات نہیں ہے۔ اور اگر تورات نہیں ہے تو آٹا بھی نہیں ہے۔'' (کاش کہ یہ فکر مسلمانوں نے بھی اپنائی ہوتی اور قرآن کی تعلیم کو حرزِ جاں بنایا ہوتا......مجلس ادارت)

نظم کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے تمام کاروبار اور پیشوں کو صرف خدا کی ہدایت کے مطابق ہی چلانا چاہئے جس کے لئے تورات کے گہرے علم کی ضرورت ہے۔ اس طرح یہودی ربی اپنے طلبہ کو مذہبی بنیاد پرستی سے جان چھڑانے کی بجائے انہیں اس بنیاد پرستی کو اپنے ذہنوں میں مستحکم کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

تورات کی تشریح کرتے ہوئے یہودی مذہبی قوانین کی کتاب ''تالمود'' نے انسانی زندگی کے مختلف ادوار کا ایک نظام الاوقات پہلے ہی سے طے کر دیا ہے۔ تالمود کہتی ہے۔ ''پانچ سال کی عمر سے ''بائبل'' (تورات وزبور) پڑھانا شروع کرو۔ تیرہ سال کی عمر میں مذہبی فرائض کی

ادائیگی کرنے اُٹھ کھڑے ہو۔ پندرہ سال کی عمر سے ''تالمود'' کا مطالعہ اختیار کرنے لگو اور بیس سال کی عمر سے رزق تلاش کرنے نکل کھڑے ہو''۔ (AVOT .5.21)۔ (کتاب۔ تالمود بے نقاب ہوتی ہے۔ ترجمہ راقم۔ کراچی)

کوئی بھی فرد سوچ سکتا ہے کہ اس طرح کے پڑھائے جانے والے اسباق سے یہودی طلبہ کے اندر سوائے اس بنیاد پرستی کے، دوسری اور کیا صفت پیدا ہو گی جسے اسلامی ممالک کے نصاب سے خارج کرنے کے لئے صیہونی اور امریکی مل کر احکام جاری کر رہے ہیں؟

عالمی طور پر نصاب میں تبدیلی کی جو مہم صیہونیوں نے سینکڑوں سال پہلے شروع کی تھی، سب سے پہلے اسے ایک سابق امریکی صنعت کار ہنری فورڈ اول نے محسوس کیا تھا۔ اپنی کتاب ''دی انٹرنیشنل جیو'' (اردو ترجمہ عالمی یہودی فتنہ گر۔ صفہ پبلشرز۔ لاہور) میں اس نے تفصیل دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''ہماری اولادوں کو ان کے آباء و اجداد کے ورثے سے محروم کیا جا رہا ہے۔ جوانی کے ابتدائی ایام میں جبکہ لڑکے آزادیٔ فکر سے نئے نئے روشناس ہوتے ہیں، یہودی انہیں اپنے نرغے میں لے لیتے اور ان کے ذہنوں میں ایسے خیالات ٹھونس دیتے ہیں جن کے خطرناک نتائج کو ہماری اولاد اس وقت محسوس نہیں کر سکتی۔''

ہنری فورڈ مزید لکھتا ہے: ''پروفیسروں اور طلبہ کو ساتھ ملا کر یہودی اپنے کام کو معزز بنا لیتے ہیں۔ یہ لوگ آرٹ، سائنس، مذہب، معاشیات اور سماجیات غرض یہ کہ ہر مضمون میں اپنے نظریات داخل کر دیتے ہیں۔ یہ یہودی طریقۂ کار اب پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے یعنی پہلے پبلک اسکولوں کو سیکولر بناؤ۔ دوسرے الفاظ میں بچے کو یہ تعلیم نہ دو کہ اس کی تہذیب و تمدن کا تعلق ایک قدیم مذہب کے گہرے اصولوں سے ہے۔ یہی ہے وہ لبرل ازم یہودی جس کا اتنا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں!۔'' (باب۔ یہودی اثرات کے مختلف پہلو)

نصاب میں عالمی طور پر تبدیلی کی یہ بات ہمارے سامنے اور زیادہ واضح ہو کر تب سامنے آتی ہے جب ہم صیہونیوں کے بڑوں کی مرتب کردہ قدیم دستاویز ''پروٹوکولز'' کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں انہوں نے عیسائی اور مسلم تعلیم اداروں کے بارے میں صاف طور پر اپنے نظریات کو پیش کر دیا ہے۔ یہودی پروٹوکولز بیان کرتے ہیں کہ:

’’جب ہماری حکومت قائم ہوگی تو سب سے پہلے ہم یونیورسٹیوں کی تعلیم کی از سرِ نو تنظیم کریں گے۔ اس مقصد کے لئے ایک خفیہ پروگرام کے تحت یونیورسٹیوں کے افسروں اور پروفیسروں کے نئے سرے سے تیار کیا جائے گا۔ نصابِ تعلیم سے ایسے تمام مضامین خارج کر دیں گے جو ہمارے لئے مشکلات پیدا کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ غیر یہودی عوام کو ایک ایسا فرمانبردار وحشی جانور بنا دیا جائے جو خود سوچنے اور سمجھنے سے عاری ہو۔‘‘ (دستاویز نمبر 16) (خدا کے لئے اس سازش کو سمجھیں اور اس پر غور کریں...... مجلس ادارت)

یہی وہ رہنما خطوط ہیں جن کی بنیاد پر صہیونیوں نے پہلے تو عیسائی تعلیمی اداروں پر شب خون مارا کیونکہ تب وہ ان کے بدترین دشمن تھے اور اب وہ مسلم تعلیمی اداروں پر شب خون مار رہے ہیں جن کی ایماء پر عقل و خرد سے عاری ہمارے مسلم حکمران تعلیمی نصاب میں پرزور احتجاج کے باوجود مسلسل منفی تبدیلیاں کئے جا رہے ہیں۔

ہنری فورڈ اپنی مذکورہ کتاب میں سوال کرتا ہے کہ اب اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ:

’’علاج بالکل آسان ہے، یعنی طلبہ کو بتایا جائے کہ تمام افکار کی پشت پر وہ یہودی ہیں جو ہمیں اپنے ماضی سے کاٹ کر مستقبل کے لئے مفلوج کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں بتایا جائے کہ وہ ان لوگوں کی اولادیں ہیں جو یورپ سے تہذیب و تمدن لے کر آئے ہیں۔ اب یہ یہودی ہمارے اندر آ گھسے ہیں جن کی نہ کوئی تہذیب ہے نہ مذہب۔ اور نہ انہوں نے ماضی میں کوئی کارنامہ انجام دیا ہے اور نہ مستقبل کے بارے میں ان کے عزائم اعلیٰ ہیں۔‘‘ (ص 14)۔ ایک مغربی مصنف، اور کینیڈا کا بحری کمانڈر ولیئم گائی کار، اپنی معروف تصنیف PAWNS IN THE GAME میں کہتا ہے کہ ’’ان کی قوت کا اندازہ لگانا ہو تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کے گماشتے اپنی صلاحیتوں کے باعث تاریخ کے ان ہونے واقعات تک کو ہمارے تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔‘‘ (کتاب ’پانز ان دی گیم ترجمہ راقم‘ بنام ’’بساط عالم کے مہرے‘‘ باب بین الاقوامی سازش)

شہاب نامہ

اس ضمن میں ایک اور چشم کشا حقیقت سابق معروف بیوروکریٹ قدرت اللہ شہاب

کے ''شہاب نامہ'' میں پیش کی گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ فلسطینی مہاجرین کے بچوں کے لئے یونیسکو نے اپنے خرچ پر یروشلم، دریائے اردن کے مغربی کنارے (WEST BANK)، اور غزہ کی پٹی (GHAZA STRIP) میں بہت سے سکول کھول رکھے تھے۔ ان سکولوں میں تربیت یافتہ مسلمان اساتذہ بھی یونیسکو کی منظوری سے تعینات ہوئے تھے، اور ان میں جو درسی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، وہ بھی یونیسکو کی جانب سے منظور شدہ ہوتی تھیں۔ جب یروشلم سمیت ان علاقوں پر اسرائیل نے قبضہ کرلیا تو رفتہ رفتہ خبریں آنے لگیں کہ اسرائیلی حکومت نے ان سکولوں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ یونیسکو کے متعین کردہ مسلمان اساتذہ کو زبردستی گھر بٹھا دیا گیا۔ ان کو تنخواہ تو باقاعدہ ملتی ہے، لیکن کسی اسکول کے قریب تک آنے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی۔ اگر کوئی استاد کسی جگہ حرف شکایت زبان پر لاتا ہے تو وہ اپنے بال بچوں سمیت ناقابل بیان مظالم اور تشدد کی زد میں آجاتا ہے۔ ان مسلمان اساتذہ کی جگہ ہر اسکول میں اب کٹر یہودی اسٹاف فلسطینی مہاجر بچوں کو پڑھانے پر مامور ہے۔ اس کے علاوہ ہر اسکول سے یونیسکو کی منظور شدہ درسی کتابیں بھی نصاب سے خارج کردی گئی ہیں اور ان کی جگہ اب ایسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن میں اسلام، سیرت مبارکہ اور عرب تاریخ وثقافت کے خلاف انتہائی گمراہ کن، غلیظ اور شرمناک پروپیگنڈا ہوتا ہے۔

ایگزیکٹو بورڈ کے ہر اجلاس میں عرب ممالک کے نمائندے اسرائیل کی ان مذموم حرکات کا کچا چٹھا کھولتے تھے اور ثبوت میں ان کتابوں کے نمونے بھی پیش کرتے تھے جو اس نے یونیسکو کے قائم کردہ سکولوں میں زبردستی رائج کی ہوئی تھیں۔ صحیح حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے دوبار ایک معائنہ ٹیم اسرائیل گئی، لیکن دونوں بار ہمیں یہ رپورٹ ملی کہ عربوں کے الزامات کی تصدیق میں مقامی طور پر کوئی ثبوت نہیں مل سکا ہے اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ ٹیمیں اسرائیلی حکومت کے ساتھ پہلے سے اپنا پروگرام طے کرکے وہاں جاتی تھیں، اور معائنہ کے روز اسرائیلی حکام متعلقہ سکولوں میں یونیسکو کے منظور شدہ اساتذہ اور کتابوں کی نمائش کا ڈرامہ رچا دیتے تھے!

ایگزیکٹو بورڈ میں عرب نمائندوں کے ساتھ میرے بڑے گہرے ذاتی تعلقات تھے۔ ہم لوگ آپس میں مل جل کر سوچا کرتے تھے کہ اسرائیل کی اس طرح دھاندلی اور اسلام دشمنی کا بھانڈا کس طور پھوڑا جائے؟۔ کافی سوچ بچار کے بعد سب کی یہی متفقہ رائے یہی ہوئی کہ کسی

قابل اعتماد شخص کو خفیہ مشن پر اسرائیل بھیجا جائے اور وہاں سے وہ اسرائیل کے خلاف عائد کردہ الزامات کا ایسا ثبوت فراہم کرے جو نا قابل تردید ہو۔ کئی ہفتوں کی چھان بین اور بحث مباحثہ کے بعد انجام کار قرعہ فال میرے نام نکلا، میں نے بھی اسے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کرلیا۔ میرے دل میں ایک لگن یہ بھی تھی کہ شاید اسی بہانے میرے ہاتھوں ہزاروں فلسطینی بچوں کی کوئی خدمت ہو جائے جو اسرائیل کے قبضہ اختیار میں آ کر ایسی کتابیں پڑھنے پر مجبور تھے جن میں دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ پر انتہائی رکیک، بے بنیاد، غلیظ، اور گمراہ کن حملے کیے گئے تھے۔ چنانچہ میرا رابطہ ایک خفیہ تنظیم سے قائم ہو گیا۔ چند ہفتے مجھے پیرس، قاہرہ اور بیروت میں زیر تربیت رکھا گیا۔ اس کے بعد ایک جعلی ایرانی پاسپورٹ پر مجھے دس روز کے لئے اسرائیل بھیجنے کا پروگرام طے ہو گیا۔ اس زمانے میں سابق شاہ ایران کی حکومت نے اسرئیل کو تسلیم کیا ہوا تھا۔

تل ابیب کے ہوائی اڈے پر کسٹم والوں سے فارغ ہو کر جب میں اپنا سامان لئے باہر نکلا، تو اسرائیل کی ٹورسٹ کارپوریشن کے ایک خوش لباس نوجوان نمائندے نے لپک کر مجھے خوش آمدید کہا۔ گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے دبی زبان سے وہ شناختی الفاظ بھی ادا کیے جن کے متعلق مجھے پیرس میں آگاہ کیا گیا تھا۔ جواباً میں نے بھی اپنے مقرر کردہ شناختی الفاظ دہرائے، اس کے بعد ''مصطفیٰ'' نے اگلے دس روز کے لیے میرا مکمل چارج سنبھال لیا۔

''مصطفیٰ'' اس نوجوان کا کوڈ نام تھا۔ چھبیس ستائیں برس کا یہ پڑھا لکھا فلسطینی جوان کئی سال سے جان کی بازی لگا کر اسرائیل میں آزادی وطن کی خاطر طرح طرح کے خفیہ فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اسی کے زیر اہتمام میں یونیسکو کے قائم کردہ بہت سے اسکولوں میں گیا اور 113، شرانگیز کتابوں کے نسخے حاصل کئے جو اسرائیلیوں نے یونیسکو کے منظور شدہ نصاب کی جگہ وہاں پر زبردستی رائج کر رکھے تھے، ان کتابوں پر میں نے ہیڈ ماسٹروں اور کئی دیگر اساتذہ کے آٹوگراف بھی لیے۔ یہ وہ یہودی ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ تھے جنہیں اسرائیلیوں نے یونیسکو کو دھوکہ دے کر مسلمان اساتذہ کی جگہ تعینات کر رکھا تھا کئی جگہ میں نے ان کی بہت سی خفیہ تصویریں اتاریں۔ ایک دو اسکولوں میں وہاں کے یہودی اسٹاف کے ساتھ میرا گروپ فوٹو کھینچا گیا۔ ایک سکول میں ایک فلسطینی بچے کو انتہائی بے دردی کے ساتھ نہایت کڑی اور ذلت آمیز سزا مل رہی

تھی۔اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے اپنی کتاب کا وہ حصہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا جس میں رسول کریم ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخ الفاظ درج تھے۔ہم نے اپنے خفیہ کیمرے کی مدد سے اس سین کی پوری فلم اتار لی جس کی لمبائی دوسوفٹ سے بھی اوپر تھی۔

خدا کا شکر ہے کہ پیرس واپس آنے کے بعد اسرائیل سے لائی ہوئی میری شہادتوں کو یونیسکو والوں نے تسلیم کر لیا، ڈائریکٹر جنرل نے ایسے اقدامات کیے کہ مقبوضہ عرب علاقوں میں یونیسکو کے قائم کردہ تمام اسکولوں میں عربوں کا منظور شدہ درسی نصاب از سرنو رائج ہو گیا اور اسرئیل کی لگائی ہوئی 113، شرانگیز کتابیں بھی منسوخ ہو گئیں۔اس کے علاوہ آئندہ اس صورت حال پر کڑی نظر رکھنے کے لئے قابل اطمینان بندوبست بھی کر دیا گیا۔(شہاب نامہ۔صفحہ 1116 تا 1123)

کاش کہ ہمارے مسلم حکمران سمجھ سکیں کہ جن صہیونیوں کی ایماء پر وہ اپنے ہاں کے قدیم تعلیمی نصابوں کی مسلسل ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں، انہوں نے خود اپنے ملک میں دوسروں کے خلاف نفرت اپنی نسلی برتری بنیاد پرستی اور دوسروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کو اپنی نصابی کتابوں کے ہر ہر صفحے پر بکھیرا ہوا ہے۔''عالمی امن'' کی خاطر اگر کسی اسلامی ملک کا تعلیمی نصاب تبدیل ہونا ناگزیر ہو تو انصاف کا تقاضا ہے کہ پھر ریاست اسرائیل کے تعلیمی نصاب کو بھی از سرنو ترتیب دیا جانا چاہئے۔جس وقت عیسائی دنیا یہودیوں کو بُری طرح مار رہی تھی اور پناہ کی تلاش میں وہ ساری دنیا میں مارے مارے پھر رہے تھے، اس وقت مسلم اسپین میں یہودیوں کو خوش آمدید کہا جا رہا تھا اور پُرسکون زندگی گزارنے کی سہولت دی جا رہی تھی۔یہی وہ مسلم ہسپانیہ تھا جہاں پہنچ کر یہودیوں نے اپنی علمی و تخلیقی صلاحیتوں کو نکھار بخشا تھا۔اس بات کا اعتراف خود یہودی مفکرین آج بھی کرتے ہیں۔ہمارے مسلم حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ یہودیوں کو مجبور کریں کہ اسرائیلی تعلیمی نصاب میں وہ ہمارے اس احسان کو بھی سموئیں تاکہ اسرائیلی طلبہ کو اندازہ ہو سکے کہ جب یہودی ہر طرف سے عیسائیوں کے ذریعے کھدیڑے جا رہے تھے، اس وقت یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس کٹھن وقت میں انہیں امن اور تحفظ فراہم کیا تھا۔

روہنگیا مسلمان

برما میں بدھ مت اکثریت کے ہاتھوں مظلوم و
مقہور مسلمان اقلیت کی دل دہلا دینے والی تفاصیل

ابوفیصل محمد منظور انور

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی، رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

برما burma(Myanmar) تاریخی طور پر جنوبی ایشیا کا ملک ہے جس نے برطانوی استعمار سے 4 جنوری 1948ء کے دن آزادی حاصل کی مگر یہ بدقسمت ملک اقوام عالم میں طویل ترین خانہ جنگی کی تاریخ رکھتا ہے فوجی حکومتیں اور پھر جمہوری نظام حکومت کے باوجود اس ملک میں استحکام نظر نہیں آتا 1991ء میں اسی ملک کی شہری انسانی حقوق کی علمبردار ایک خاتون آنگ سانگ سوچی کو نوبل انعام بھی دیا گیا تھا روہنگیا مسلمانوں بارے کہا جاتا ہے کہ نسلا بنگالی مسلمان ہیں اور انگریز انھیں زبردستی اپنے مفتوحہ علاقوں میں لے کر گئے تھے جو برما کے صوبے اراکان میں آباد ہوئے تھے بعدازاں سقوط ڈھاکہ کے بعد بنگلہ دیش بننے پر کچھ بہاری مسلمان بھی یہاں ہجرت پر مجبور ہوئے یہ مسلمان آج کل انتہائی حد تک کسمپرسی کی حالت میں ہیں اور اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور کردیے گئے ہیں ان کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے امت مسلمہ کو خواب غفلت سے بیدار ہونے کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔

انسانی حقوق کی کئی عالمی تنظیمیں کہتی ہیں کہ میانمار حکومت مسلمان روہنگیا آبادی کے

خلاف انتہائی حدتک ہتک آمیز امتیازی سلوک کر رہی ہے جس کے ان کے پاس مکمل ثبوت ہیں Fortify Rights نامی ایک تنظیم کے مطابق اس ریاست میں مسلمانوں کے خلاف سرکاری طور پر پالیسی بنا کر اس پر عمل کیا جا رہا ہے اس تنظیم نے 2014ء میں 1993ء سے 2013ء کے درمیانی عرصہ کی کئی سرکاری دستاویزات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں مسلمانوں کی نقل و حرکت، شادیاں، اولاد، گھروں اور عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت پر مکمل پابندیاں ہیں سرکاری حکم نامے کے مطابق کئی علاقوں میں شادی شدہ مسلمانوں پر دو سے زائد بچے پیدا کرنے پر بھی پابندی ہے جبکہ شادی کرنے کے لیے حکومت کی اجازت ضروری ہے۔ رپورٹ کے مطابق شادی کے لیے حکومتی منظوری کی درخواست دینے والوں کے لیے یہ معاملہ انتہائی دشوار ہے جس سے درخواست دینے والوں کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کیا جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق کسی عورت کی گود میں موجود بچے کو جو اس کا نہ ہو سرکاری اہلکار اس عورت کو جبراً اپنا دودھ اس بچے کو پلانے کا حکم دے سکتے ہیں انسانی حقوق کے بارے بین الاقوامی شخصیت کے طور پر پہچانی جانے والی اور جنوبی ایشیا کے ملکوں سے تعلق کے باعث میانمار کی انسانی حقوق کی چمپئن آنگ سانگ سوچی کی طرف سے ان مظلوم مسلمانوں کے انسانی حقوق پر مسلسل خاموشی پر حیرت ہے مذکورہ خاتون کو انسانی حقوق اور جمہوریت کے لیے جدوجہد کرنے پر نوبل انعام دیا گیا تھا مگر افسوس ناک امر یہ ہے کہ اکتوبر 2013ء میں جب نسلی فسادات ہوئے تو سوچی نے نسلی فسادات کو مسلمانوں کی نسل کشی قرار دینے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ان فسادات میں بدھ آبادی کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے لیکن آنگ سانگ سوچی سے جب یہ کہا گیا کہ ان فسادات میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہے تو نوبل انعام یافتہ سوچی نے حقائق تسلیم کرنے کی بجائے یہ کہا کہ بدھوں کو بھی تو ملک چھوڑنا پڑا ہے سال 2013 میں ینگون کے قریبی قصبے اوکھان میں بدھوں نے مسلمانوں کے گھروں، عبادت گاہوں اور جائیدادوں پر حملے کیے تھے اب روہنگیا مسلمانوں سے بھری کشتیاں تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور ملائیشیا کے سمندری علاقوں میں پھنسی ہونے کی اطلاعات ہیں اس وقت جب مظلوم روہنگیائی مسلمانوں پر دنیا بھر میں توجہ دی جا رہی ہے تو انسانی حقوق کی چمپئن سوچی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور اس کی اس خاموشی پر برما کی انسانی حقوق کے کارکن بھی مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں

ان کا کہنا ہے کہ سوچی بدھوں کی ناراضگی کے خوف سے انسانی حقوق کی پامالیوں کی نہ مذمت کررہی ہے اور نہ ہی روہنگیا کی حمایت میں بول رہی ہے۔

یواین او کے مطابق روہنگیا دنیا بھر کی اقوام میں سے سب سے زیادہ پریشان حال قوم ہے میانمار کے معاشرے اور حکومتی نظام میں روہنگیا کے لیے گنجائش ہی ختم کر دی گئی ہے ایک رپورٹ کے مطابق کسی بھی معاشرے میں جمہوری اقدار کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایک گروہ کو مذہب اور مسلک کا پابند نہ بنایا جائے۔معاشرہ جتنا زیادہ کثیر الجہتی ہوگا اس میں جمہوریت زیادہ مستحکم اور عوامی نمائندگی کی عکاس ہوگی۔اس وقت روہنگیا کی آبادی 13 لاکھ کے قریب ہے مگر انہیں شہریت حاصل نہیں وہ تیسرے درجے سے بھی کم درجہ کے شہری ہیں اگر ان کے پاس ووٹ کی طاقت ہوتی تو وہ اپنے حقوق کے لیے حکومتی نظام سے مدد لے سکتے تھے اس وقت میانمار کی حکومت بڑی ڈھٹائی اور کمینگی کے ساتھ انسانی حقوق کے قوانین اور یواین او چارٹر کے تحت حاصل شدہ شخصی آزادیوں کی سنگین خلاف ورزیوں کی مرتکب ہورہی ہے۔دنیا کی مہذب اور طاقتور قومیں میانمار پر دباؤ ڈالیں اور انہیں سیاسی حقوق دلوائیں حالات انتہائی حد تک خراب ہیں بے چارے روہنگیا گذشتہ کئی سالوں سے میانمار سے نکلنے کی کوشش میں سمندروں میں بھٹک کر ہلاک ہورہے ہیں جب کہ میانمار حکومت انہیں کم ترین شہری بھی تسلیم کرنے پر راضی نہیں ہے بلکہ میانمار حکومت تقاضا کرتی ہے کہ برمی مسلمان کی بجائے روہنگیا مسلمان اپنے آپ کو بنگالی تسلیم کریں اور ثابت کریں کہ وہ تین نسلوں سے میانمار میں ہیں صدیوں سے آباد ان روہنگیا مسلمانوں سے اپنی شناخت طلب کرنا کتنا سنگین مذاق ہے۔

ایسوسی ایٹڈ پریس کے رابن میکڈول کہتے ہیں کہ 1826ء میں برطانوی حکومت کے دور میں بنگالی مسلمانوں کو یہ کہا گیا تھا یا ترغیب دی گئی تھی کہ وہ کم آبادی والے ملک آراکان کی طرف نقل مکانی کر جائیں اس طرح ان کی اس علاقے میں آمد سے ہی نسلی فسادات کا آغاز ہوا جو ابھی تک جاری ہے۔اس دوران روہنگیا مسلمانوں کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہونے سے ان کے مسائل بھی بڑھتے رہے جبکہ بدھ اکثریت انہیں بوجھ تصور کرنے لگی میانمار (برما) کے قانون میں روہنگیا کو شہریت نہیں دی گئی لاکھوں کی آبادی کی کوئی حیثیت نہیں، ان کی کوئی ریاستی شناخت نہیں

ان کے لیے تعلیم اور صحت کی نا کافی سہولیات ہیں جبکہ انہیں محدود مذہبی آزادی حاصل ہے اور ان کے اجتماعات پر بھی ہمیشہ حکومتی نظر رہتی ہے ایک اور رپورٹ کے مطابق ان مسلمانوں کو ایک سے دوسرے گاؤں جانے کے لیے بھی پولیس کو رشوت دینا پڑتی ہے اور کسی ایمرجنسی کی صورت میں شہر ینگون جانا پڑے تو انہیں ہزاروں ڈالر رشوت کا بندوبست کرنا پڑتا ہے۔ یہی مشکل ترین حالات ہیں جس وجہ سے یہ لوگ یہاں سے نقل مکانی پر مجبور ہیں 1947ء میں ایسے حالات نہیں تھے مگر 1968ء اور اس کے بعد کی فوجی آمریت نے میانمار کے معاشرے میں روہنگیا مسلمانوں کو بالکل الگ تھلگ کر کے بے کار بنا کر رکھ دیا۔

2011ء میں جمہوری نظام بحال ہوا تو اس وقت بدھ اکثریت نے مسلمانوں کے خلاف نسلی تعصب پھیلایا نتیجہ میں روہنگیا سینکڑوں کی تعداد میں مارے جا چکے ہیں ڈیڑھ لاکھ سے زائد روہنگیا کو ان کے گھروں سے بے گھر کر دیا گیا جواب کیمپوں میں جانوروں سے بھی بدتر زندگی گذار رہے ہیں انتہائی حد تک مشکلات کا شکار اور ذِلت آمیز زندگی سے تنگ روہنگیا میانمار سے نقل مکانی کرنے کے لئے فرار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہاں سے نکل کر ملائشیا پہنچنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ 2012ء کے فسادات کے بعد یہاں سے نکلنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور پچھلے تین سالوں میں 1 لاکھ 20 ہزار روہنگیائی اور بنگلہ دیشی کشتیوں کے ذریعے اپنے علاقوں سے نکلے ہیں مظلوم روہنگیا اپنا سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں سے نکل رہے ہیں المیہ یہ ہے کہ بین الاقوامی انسانی سمگلران مظلوم لوگوں کو لوٹنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں جو ان سے کسی نہ کسی طریقہ سے وہاں سے فرار کے لیے امداد دینے کے نام پر رقمیں ہتھیاتے ہیں اور 1500 سے 2000 ڈالر تک رقم طلب کرتے ہیں یہ انسانی سمگلر تھائی لینڈ کے ساحلی جنگل پر خفیہ کمین گاہوں میں رہتے ہیں ان مظلوموں کو ان کے خفیہ ٹھکانوں میں لے جا کر قید کر دیا جاتا ہے انسانی سمگلر انہیں اذیتیں دیتے ہیں جہاں انہیں خوراک، پانی یا ادویات وغیرہ تک رسائی نہیں دی جاتی یہ ان روہنگیائیوں سے تاوان مانگتے ہیں ان حالات میں کئی بے چارے فاقہ کشی کے باعث موت کا شکار ہو جاتے ہیں جب سے تھائی لینڈ حکومت نے ان انسانی سمگلروں کے خلاف کارروائی شروع کی تو یہ انسانی سمگلرز کشتیوں میں سوار روہنگیائیوں کو تھائی علاقے میں لے جانے کی بجائے سمندر میں کھڑی کشتیوں

میں ہی روک لیتے ہیں یا پھر ان مسافروں کو تیز رفتار کشتیوں کے ذریعے تھائی لینڈ یا ملائشیا کی سرحدوں کے قریب چھوڑ دیا جاتا ہے ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ اس ناپاک دھندے میں نہ صرف انسانی سمگلر بلکہ مقامی پولیس اور سیاسی رہنما بھی ملوث پائے جاتے ہیں انسانی سمگلر اتنے طاقتور ہیں کہ وہ اپنے کاروبار میں مزاحم ہونے والے پولیس اہلکاروں اور سیاستدانوں کو بھی یرغمال بنا لیتے ہیں میانمار میں ذلت آمیز زندگی سے تنگ اور کشتیوں میں پھنسے ہونے اور شدید مشکلات کے باوجود روہنگیا مسلمان اپنے علاقوں سے فرار ہونے کو ترجیح دے رہے ہیں۔

مئی 2015ء میں روہنگیا مسلمانوں سے بھرے کئی جہاز اس وقت بغیر ایندھن، بغیر خوراک اور بغیر پینے کے پانی کے سمندر میں کھڑے ہیں یو این او کی رپورٹ کے مطابق 3 ہزار کے قریب افراد کو ساحل تک لایا جا چکا ہے تاہم ابھی تک ہزاروں لوگ انہی کشتیوں میں موجود امدادی ٹیموں کے منتظر ہیں۔ایک رپورٹ کے مطابق 13 مئی 2015ء کو 350 روہنگیا مسافروں سے بھری کشتی کو تھائی لینڈ حکام نے قبضے میں لیا یہ بے چارے گذشتہ ایک ہفتے سے کھانے پینے سے محروم اس کشتی پر موجود تھے جن میں سے 10 افراد ہلاک ہو چکے تھے تاہم تھائی لینڈ اور ملائشیا کے حکمرانوں نے اس کشتی کو بھی اپنے علاقوں میں داخل نہیں ہونے دیا اگرچہ تھائی ہیلی کاپٹروں نے انسانی ہمدردی کے تحت وہاں کچھ کھانے پینے کی اشیاء گرائیں اور کشتی کے خراب انجنوں کی مرمت کی۔موسمی خرابیوں کے باوجود اس کشتی کے سوار مسافر کسی نہ کسی طرح انڈونیشیا کے ساحل آچے پر جا پہنچے ایک مقامی صحافی کا کہنا ہے کہ جب وہ اس کشتی پر پہنچے تو وہاں ہر طرف بدبو تھی کپڑے بوتلیں، پلیٹیں وغیرہ بکھری پڑی تھیں 20 مئی 2015ء کو کوالالمپور میں انڈونیشیا، ملائشیا اور تھائی لینڈ کے حکام کی ملاقات میں روہنگیا مسلمانوں سے بھری کشتیوں کا معاملہ زیر بحث رہا جس میں ملائشیا، انڈونیشیا نے انہیں عارضی پناہ دینے پر آمادگی ظاہر کی مگر اس ساری صورتحال کا ذمہ دار میانمار اس کانفرنس میں شرکت سے انکاری تھا اور وہ بین الاقوامی برادری کو بھی مطمئن کرنا ضروری خیال نہیں کر رہا تھا عالمی سطح پر میانمار پر شدید دباؤ ہے کہ وہ ملک چھوڑنے والوں کو روکے مگر میانمار حکومت اپنے فرائض سرانجام دینے اور ان کے مسائل حل کرنے کی بجائے انہیں نظرانداز کر رہی ہے بلکہ میانمار حکومت سرے سے صدیوں سے آباد اپنے ملک کے روہنگیائی باشندوں کو اپنا شہری تسلیم ہی

نہیں کرتی اور انھیں انسانی حقوق سے محروم رکھنے کا فیصلہ کر چکی ہے اس بارے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے مہاجرین کا کردار بھی واضح نہیں ہے کیونکہ کئی برس گزرنے کے باوجود UNO کی طرف سے بھی زبانی جمع خرچ کے باوجود عملی طور پر کچھ بھی تو نہیں کیا جارہا شاید اس لئے کہ یہ مفلوک الحال مسلمان ہیں اور عالمی امن کے ٹھیکے دار امریکہ اور اس کے حواریوں کو یہ نظر ہی نہیں آرہے۔

مسلمان ممالک کی تنظیم OIC (جو ایک مردہ گھوڑا ہے اور ''اوہ آئی سی'' بن چکی ہے اور جس کا کردار تقریباً ختم ہو چکا ہے اور صرف وہ چند آمریت کی پیداوار حکمرانوں کے اقتدار کا تحفظ ہی رہ گیا ہے) کی مجرمانہ خاموشی پر پوری ملت اسلامیہ نوحہ کناں ہے۔ پاکستانی حکومت کی طرف سے اس بارے ایک پارلیمانی کمیٹی کا قیام اور اسے اوآئی سی کے پلیٹ فارم سے UNO کو بھجوانے کا اقدام امید افزا ہے اور ترکی کی حکومت کے اقدامات بھی حوصلہ افزا ہیں مگر پوری ملت اسلامیہ سے روہنگیائی مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف متفقہ طور پر موقف اپنانے کی فوری ضرورت ہے۔ مسلم حکمرانوں کی روایتی غفلت اور عدم دلچسپی کے باعث کہیں دیر نہ ہو جائے اور روہنگیائی مسلمان دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد صفحہ ہستی سے نابود ہی نہ ہو جائیں مسلم حکمران اور امت مسلمہ کے دیگر اکابرین سن لیں اور یاد رکھیں ان مفلوک الحال مسلمانوں کی حالت زار سے چشم پوشی اور انھیں نظر انداز کرنے کی صورت میں قیامت والے دن ان کے ہاتھ اور ہمارے گریبان ہوں گے۔

مٹایا قیصریٰ و کسریٰ کے استبداد کو جس نے ؎
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقر بوذر، صدقِ سلمانی

عیدالفطر

ڈاکٹر انیس احمد
وائس چانسلر، رفاہ یونیورسٹی، اسلام آباد

عالمی سطح پر مسلمان سال میں دو ایسے بڑے خوشی کے دن مناتے ہیں کہ جن کی مثال کسی اور تہذیب میں نہیں ملتی۔ عیسائی موسم کے لحاظ سے ہر سال دسمبر میں اور ہندو موسم کے لحاظ سے سال کے مختلف موسموں میں اور ایسے ہی پارسی موسم کے لحاظ سے ان کے سال کے آغاز پر نوروز مناتے ہیں جبکہ اسلامی کے دونوں اہم دن تمام سال میں گردش کرتے ہیں کبھی عیدالفطر سردی میں آتی ہے کبھی سخت گرمی میں، ایسے ہی حج اور عیدالاضحیٰ کبھی موسم بہار میں آتے ہیں کبھی سردی میں اور کبھی گرمی کے موسم میں۔ اسلامی سال چونکہ قمری یا چاند کے لحاظ سے ہوتا ہے اس لیے ہر سال اسلامی کیلنڈر 10 دن پیچھے کھسک جاتا ہے اس طرح تقریباً 30 سال بعد دوبارہ عیدالفطر، رمضان اور حج ان دنوں میں آتے ہیں جن میں وہ 30 سال پہلے آئے تھے۔ 30 سال پہلے جو بچے بلوغ کے قریب تھے اور انھوں نے روزے رکھے تھے مزید 30 سال بعد وہ دوبارہ اسی موسم میں رمضان کا مزہ لیتے ہیں۔

عیدالفطر رمضان کی تکمیل پر اور عیدالاضحیٰ حج کی تکمیل پر دو ایسے دن ہیں جن کی خوشی کا اندازہ ایک روزہ دار اور ایک حج کرنے والے ہی کو ہوسکتا ہے یہ دونوں دن دراصل تشکر کے دن ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں رمضان کے روزہ کے ذریعے اس کے پہلے عشرہ میں اللہ کی رحمت، دوسرے عشرہ میں اس کی مغفرت اور تیسرے عشرے میں جہنم سے نجات حاصل کرنے کے لیے عبادت کرنے کی توفیق دی اور اپنی بندگی اور اطاعت کے اظہار کے لیے روزہ رکھ کر

رات کو قیام اور تلاوتِ قرآن سے اور دن میں بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے کا موقع دیا۔

یہ دن تشکر اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُم یعنی اللہ نے جو ہدایت قرآن کی شکل میں، اللہ کے آخری رسول کے اُسوۂ حسنہ اور سنت کی شکل میں ہمیں دی ہے اس ہدایت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کے خوبصورت ناموں کو کثرت اور بلند آواز سے پکارو کہ وہی سب سے بلند سب سے اعلیٰ سب سے افضل ہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ اِلا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد یہ وہ کلمات ہیں جو عید کی صبح سے ہر روزہ دار بلند آواز سے ادا کرتا ہے اور جنھیں خطیب عید کے خطبہ سے قبل اور خطبہ کے دوران بلند آواز سے ادا کرتا ہے۔ یہی تکبیرات حج اور عمرہ کے لیے جانے والا ہر صاحب ایمان جب تک بیت اللہ میں داخل نہ ہو جائے، بلند کرتا ہے۔

عید الفطر کی صبح کا آغاز نمازِ فجر کے کچھ دیر بعد ایک بڑے اجتماع کی شکل میں ہوتا ہے اور بچے، جوان اور گھر کے جو افراد عیدگاہ جا سکتے ہوں (بشمول خواتین) وہ تکبیرات بلند کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ عید کی نماز کے بعد خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا ذکر اور رمضان کی روح کو باقی رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے خطبوں کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اُن خواتین کو بھی جو نماز نہ پڑھ سکتی ہوں عیدگاہ میں آنے کو پسند فرماتے تھے اور مردوں میں خطبہ دینے کے بعد ان کے شامیانہ پر جا کر انھیں تلقین فرماتے تھے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان دو اہم مواقع پر وہ خواتین بھی جو اپنی فطری مجبوری کی بنا پر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتیں ان کے لیے شامیانہ لگا کر بندوبست کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی اس دن خطبہ میں کی جانے والی یاددہانی اور نیکی کی تعلیم سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

عید کی خوشی میں ان لوگوں کو شامل کرنے کے لیے جو وسائل کی کمی کی بنا پر اچھا کھانا یا کپڑا نہ پہن سکتے ہوں، سنت رسول ﷺ کی پیروی میں نماز کے لیے آنے سے قبل اور اگر ممکن ہو تو رمضان کے دوران ہی اپنے گھر کے تمام افراد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ صاحب خانہ اپنے خاندان کے ہر فرد کی طرف سے حتیٰ کہ اس بچے کی طرف سے بھی جو رمضان کی آخری رات کو پیدا ہوا ہو صدقہ فطر ادا کرے۔

یہ صدقہ فطر دراصل اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ رمضان کے روزوں کے دوران کوئی کسر رہ جائے تو اس کمی کو دور کرنے کے لیے ہے یہ صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے معاشرہ کے حاجت مند افراد کو ان کا حق دینا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک صاع (حجازی صاع تقریباً پونے تین کلو اور عراقی صاع تقریباً 4 کلو کا ہوتا تھا) کھجور، جو، کشمش یا پنیر فی فرد دیا جاتا تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رحمت للعالمین نے صدقہ فطر متعین کرنے میں بھی یہ خیال رکھا کہ ایک شخص اگر زیادہ وسائل رکھتا ہو تو وہ کشمش اور پنیر کے وزن کے برابر صدقہ فطر ادا کرے اگر وہ کم مقدور رکھتا ہو تو جو اور گیہوں کے وزن کے برابر رقم گھر کے ہر فرد کی طرف سے ادا کر دے۔ یاد رہے کہ گھر کے افراد میں گھر کا مستقل ملازم بھی شامل ہے اس لیے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جانا چاہیے۔ اس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ کے وہ افراد بھی جو عام حالات میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھا سکتے وہ اس دن خوشی محسوس کریں یا جس کو لباس کی ضرورت ہو وہ اس رقم سے لباس بنا سکے اور اہل ایمان کے ساتھ خوشی میں شامل ہو۔ اس خوشی کے موقع پر اسلامی اجتماعیت یہ چاہتی ہے کہ خوشی بھی اجتماعی ہو انفرادی نہ ہو۔ جس طرح رمضان میں اجتماعی طور پر روزے رکھے گئے، عیدالفطر کے موقع پر اجتماعی طور پر نماز ادا کی گئی اسی طرح اجتماعی طور پر خوشی منانے کے لیے معاشرہ کے ضرورت مند افراد کو اس خوشی میں شامل کیا جا سکے۔

نماز عید کے بعد تمام نمازیوں کا بغلگیر ہونا، ایک دوسرے کو مبارک باد دینا باہمی اخوّت و محبت میں اضافہ کا باعث بنتا ہے پورے شہر سے آئے ہوئے افراد جو ایک دوسرے کو نہ جانتے تھے نہ پہلے کبھی ملے تھے نماز عید کے بعد ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے اور مصافحہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اہل محلّہ اور واقف کار ایک دوسرے کے گھر جا کر کرتے ہیں، گھر میں جو کچھ موجود ہو مہمانوں کو پیش کیا جاتا ہے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ ہر گھر میں آنے والے مہمان کے لیے پہلے سے کچھ نمکین اور کچھ میٹھا تیار کیا جاتا ہے۔ عملاً اگر ایک شخص عید کے دن دو یا تین دوستوں یا رشتہ داروں کے گھر ملاقات کے لیے چلا جائے تو وہ اتنا کچھ کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ پھر رات تک کھانے کی خواہش نہیں ہو سکتی۔ یہ گرم جوشی ضیافت اور استقبال

آپس کی محبت کو مستحکم کرتا ہے۔ گھر کے بڑے اپنے سے کم عمر افراد کو عید کے موقع پر تحائف اور عیدی دیتے ہیں۔ گھر کی بچیاں اور خواتین عید رات ہی سے مہندی لگا کر اپنے ہاتھوں کو رنگین نقش ونگار سے مزین کر چکی ہوتی ہیں، نئے لباس میں گھر کا ہر فرد خوشی میں شامل ہوتا ہے۔ لیکن اصل خوشی رمضان کے روزوں کی تکمیل اور صدقہ فطر کے ذریعے ضرورت مند افراد کی امداد سے حاصل ہوتی ہے عیدالفطر کے موقع پر مخیرّ حضرات اور ادارے یہ اہتمام کرتے ہیں کہ شہر میں جہاں کہیں کوئی یتیم خانہ ہو یا کوئی دینی مدرسہ ہو وہاں کے طلبا کو تحائف اور اچھے کھانے کھلا کر انھیں بھی اس دن کی خوشی میں شامل کیا جائے۔

اسی طرح ہر شہر میں جو کچی آبادیاں پائی جاتی ہیں عیدالفطر کے موقع پر انھیں یاد رکھنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ انھیں اچھا کھانا یا لباس فراہم کرنا بڑے اجر کا باعث ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی میں جلدی کرنے کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ رمضان کے دوران ہی یہ رقم ضرورت مند لوگوں تک پہنچ جائے اور وہ عید کی تیاری میں اس کا استعمال کریں۔ ایک حدیث میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ جس شخص نے روزے رکھے اگر وہ چاہتا ہے کہ ان سب کا اجر وثواب اسے فوراً مل جائے تو وہ نماز سے پہلے فطرانہ ادا کردے یہ ایک ایسا صدقہ ہے جو فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور قبول کرلیا گیا اور اگر وہ یہ نہیں چاہتا تو نماز کے بعد ادا کردے تو یہ عام صدقہ ہے (ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ابوداؤد، ابن ماجہ) گویا اس کی ادائیگی تو کرنی ہی ہے، چاہے نماز سے پہلے ہو یا نماز کے بعد اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اللہ کے بندوں کی خدمت ہے صدقہ فطر رمضان کے آخر میں واجب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ صدقہ فطر لوگوں میں عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤ، نسائی، ترمذی، احمد) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شروع رمضان میں بھی صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی شروع رمضان سے دینا جائز ہے۔

عیدالفطر کے حوالے سے ایک پہلو یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر وہ لوگ جو صاحب استطاعت ہوں پہلے سے یہ طے کرلیں اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر عید کی خوشی میں لباس اور خصوصی دعوتوں پر اندازاً اس سال اتنا خرچ کریں گے اور اس کے مساوی رقم ایک مستحق طالب علم

کی فیس ادا کرنے میں، ایک یتیم کی شادی پر، ایک بے روزگار کی امداد کے لیے دوران رمضان نکال کر کسی مستحق طالب علم یا کسی بچی کی شادی کے لیے دے دیں تو یہ صرف رمضان میں نیکی کے کام کا اجر پھر صدقہ کا اجر اور پھر وہ خوشی جو ایک ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کے بعد ہوتی ہے۔اس کا شمار آسان نہیں ہوگا۔

یہ بات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ ایک مسلمان کے لیے اگر کوئی معاشرہ مثالی ہوسکتا ہے تو وہ صرف مدینہ منورہ کا وہ معاشرہ ہے جسے نبی کریم ﷺ نے قائم فرمایا اس معاشرہ میں عیدالفطر منانے کے لیے نہ تو ڈرامے ہوتے تھے نہ ناچ گانے اور شعروشاعری کی محفلیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد کے ساتھ ایسے لوگوں کی مدد جو ضرورت مند ہوں، یتیم ہوں، بے سہارا ہوں۔دراصل انسان کی حقیقی خوشی کا تعلق محض مادی اشیاء کے ساتھ نہیں ہے جس طرح ایک شخص کو اچانک ایک بڑی رقم مل جائے تو عام طور پر وہ خوش ہوتا ہے لیکن اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی تربیت اس طرح کریں کہ ہمیں خرچ کر کے خوشی ہو جو خوشی ایک شخص کو اللہ کے لیے خرچ کر کے ہوتی ہے اس کا مقابلہ کسی اور خوشی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔

عید کی اصل خوشی اسی وقت ہے جب ہر صاحب حیثیت مسلمان یہ کوشش کرے کہ کم ازکم اس دن وہ کسی ایک حاجت مند کی حاجت پوری کرنے کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔اگر ہر صاحب حیثیت کی حاجت اللہ رب العزت پوری فرماتا ہے تو جس کو اللہ نے دیا ہو یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے ذریعے اللہ کا شکر ادا کرے۔ شکر محض زبان سے نماز عید سے ادا کر دینا کافی نہیں اللہ کے ذکر میں اس کی عظمت میں اضافہ کے ساتھ اسماء حسنیٰ کے ساتھ اس کو پکارنا تو ایک فریضہ ہے ہی لیکن اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے ساتھ اپنے پاس سے اُس کی راہ میں خرچ کرنا شکر کی بہتر شکل ہے۔

نفس کی غلامی بہتر ہے یا اس پر حکمرانی؟

اقتباس از ''تفسیر ماجدی'' مولانا عبدالماجد دریابادی

ایک وہ شخص ہے جو اپنی خواہشاتِ نفسانی کا غلام ہے۔ دوسرا وہ جوان پر حاکم و آقا ہے۔ ایک وہ جو اپنی ہر ہوائے نفس سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو اسے اپنے قابو و اختیار میں رکھتا ہے۔ ایک شخص وہ ہے جو اپنی بھوک، اپنی پیاس، اپنی نیند، اپنی حرص، اپنے غصہ، کسی شے پر قابو نہیں رکھتا۔ دوسرا وہ جوان میں سے ہر شے کے ضبط پر قدرت رکھتا ہے۔ آپ ایسے دو شخصوں میں سے کس کو ترجیح دیں گے؟ آپ خود ان دونوں میں سے کیا بننا پسند کریں گے؟ آپ کے نزدیک نفس کی غلامی بہتر ہے یا اس پر حکمرانی؟ اگر آخر الذکر بہتر و پسندیدہ ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ ماہِ رمضان کی پیشوائی کو آپ ذوق وشوق، مسرت و خندہ جبینی، کے ساتھ نہیں بڑھتے؟

نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ دائم الصوم تھے۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر کے سالہا روزہ رکھ کر گزارے۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے کہ مجھے جو کچھ ملا سب بھوک اور گرسنگی ہی کے طفیل ملا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل خود انہی کی اس تعلیم پر تھا کہ منزلِ حق کی جتنی راہیں کھلتی ہیں سب بھوک اور پیاس سے کھلتی ہیں۔ ہر سلسلے کے جتنے مقدس بزرگ اور مستند صوفی گزرے ہیں سب کا عمل یہی رہا ہے اور تعلیم بھی یہی۔ مگر پھر یہ کیوں ہے

کہ آپ باوجود ان حضرات سے اعتقاد ظاہر کرنے اور باوجود ان کے ماننے کے، اس باب میں ان کی تعلیم سے اس قدر بے پروا اور ان کے عمل سے اس قدر بے نیاز ہیں؟

نماز میں جس طرح عبدیت کی تکمیل ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح روزہ دار کو اخلاقِ الٰہی کے ساتھ کس درجہ مناسبت و مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بھوک اور پیاس سے بے نیازی، صبر و ضبط، قوت و اختیار، حلم و تحمل، عفو و درگزر یہ سب شانیں بندہ کی ہیں یا مولیٰ کی؟ عبد کی یا معبود کی؟ خاک کے پتلے کی یا آسمان کے فرمانروا کی؟ پھر یہ کیونکر ہے کہ جو شے کچھ ہی دیر کے لیے سہی، آپ میں اس کیفیت سے مناسبت پیدا کر رہی ہو جو شے ذرّہ میں آفتاب کا پرتو ڈال رہی ہو، جو شے آئینہ میں جلا پیدا کر کے اسے نورانیت کاملہ کا عکس قبول کرنے کے قابل بنا رہی ہو، آپ اس نعمت عظیمہ کی جانب لپکنے میں تامل کر رہے ہیں؟

حدیث قدسی کے الفاظ یاد کیجیے (اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ) ''روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر خود میں ہوں۔'' حوریں نہیں، جنت کے قصر و محل نہیں، کوئی اور ایسی نعمت نہیں جسے مادّی عقل سمجھ سکے بلکہ میں خود اس کا اجر ہوں۔ یہ کون کس سے کہہ رہا ہے؟ آفتاب ذرّہ سے نہیں، مخدوم خادم سے نہیں، شاہ گدا سے نہیں بلکہ خالق مخلوق سے، معبود عبد سے، خدا بندہ سے۔ کیا زمینوں اور آسمانوں کی ساری نعمتیں، ساری برکتیں، ساری بادشاہتیں مل کر بھی اس ایک اجر کے سامنے پیش کی جا سکتی ہیں؟ کیسی دردناک نادانی ہوگی کہ اتنے ارزاں سودے کو بھی اپنی غفلت و بے پروائی کی نذر کر دیا جائے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے خلافت 14 جنوری 1998ء)

استقبالِ رمضان پروگرام

منعقدہ: ابراہیم میرج ہال، جھنگ صدر

انجینئر عبداللہ اسماعیل

عوام الناس کو رمضان المبارک کی حقیقی روح سے روشناس کرانے کے لئے انجمن خدام القرآن جھنگ اور تنظیم اسلامی جھنگ کے تعاون سے ابراہیم میرج ہال میں 16 جون کو بعد از نماز مغرب استقبالِ رمضان کے عنوان سے پروگرام ترتیب دیا گیا۔

تقریب کی صدارت جناب مولانا انور چیمہ صاحب نے فرمائی۔ نقابت کی ذمہ داری راقم الحروف نے ادا کی۔ تلاوت قرآن مجید سے کارروائی کا آغاز کیا گیا۔ مفتی عطاء الرحمٰن صاحب نے سورۃ البقرہ کی 'روزے' سے متعلق آیات اور ان کا ترجمہ پیش کیا۔ جواد عمر صاحب نے نعت رسولِ مقبول ﷺ پیش کی۔ پھر راقم الحروف نے ابتدائی کلمات کہے اور آنحضور ﷺ کا وہ خطبہ جو آپ ﷺ نے شعبان کے آخری دن ارشاد فرمایا تھا، کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد صدر انجمن خدام القرآن جھنگ جناب انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے روزے اور قیام کی حکمت اور اہمیت کے موضوع پر اظہار کیا انہوں نے اپنے خطاب میں لوگوں پر واضح کیا کہ رمضان کی دو عبادتیں ہیں، ایک کا تذکرہ تو بہت زیادہ ہے یعنی روزے کا جبکہ دوسری عبادت رات کا قیام ہے، جس کی طرف توجہ کم ہے۔ حالانکہ حدیث کی رو سے روزہ اور قرآن دونوں انسان کی سفارش کریں گے گویا آنحضور ﷺ نے رمضان کے صیام اور رمضان کے قیام کو گناہوں سے بخشش کا ذریعہ بتایا ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دن میں روزے کا خیال رکھیں، عام اخلاقی

برائیاں جو کہ عام دنوں میں بھی قابل اجتناب ہیں روزے میں خاص طور پر ان سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اور اسی طرح رات کو قرآن مجید کے ساتھ وقت گزارنے کے لئے مصمم ارادہ کریں۔

اس کے بعد جناب مولانا انور چیمہ صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ رمضان دراصل ایک 30 روزہ ٹریننگ پروگرام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ کے لئے ہے تا کہ امت مسلمہ یک جان ہو کر ایک عالمگیر مقام حاصل کرے اور حزب اللہ بن جائے۔ یہ رمضان دراصل حزب اللہ کی تیاری کی ہی ٹریننگ ہے جو کہ ہمیں ذوق وشوق سے حاصل کرنی ہے۔ انہوں نے فاروقی صاحب کو اس پروگرام کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

اس کے بعد ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن جھنگ جناب عبدالمجید کھوکھر صاحب نے جھنگ میں ہونے والے دورۂ ترجمۃ القرآن پروگراموں کا ایک تعارف کروایا۔ انجمن خدام القرآن جھنگ کے تحت امسال تین مقامات پر یہ پروگرام ہوں گے۔ جامع مسجد عبیداللہ محلّہ سلطانوالہ جھنگ صدر میں انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب، جامع مسجد قرآن اکیڈمی ٹوبہ روڈ جھنگ میں مفتی عطاء الرحمٰن صاحب اور سٹی آفس گوجرہ روڈ جھنگ صدر میں راقم الحروف یہ ذمہ داری ادا کریں گے۔

اختتامی دعا مہمان خصوصی جناب مولانا انور چیمہ صاحب نے کروائی اور پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ حاضرین کی تعداد تقریباً 120 سے زائد تھی، پروگرام کے اختتام پر شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔

تبصرہ تعارف کتب

محمد فیاض عادل فاروقی کے دیوان

'اشکِ گل' پر تبصرہ

تبصرہ نگار: غلام ابنِ سلطان۔ جھنگ شہر

لندن میں مقیم پاکستان کے ممتاز شاعر محمد فیاض عادؔل فاروقی کا دیوان 'اشکِ گُل' حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ جھنگ (پنجاب، پاکستان) سے تعلق رکھنے والے اس یگانۂ روزگار قلمور کی فکر پرور شاعری اسی روایت کا تسلسل ہے جو حریتِ فکر کی امین ہے۔ وطن، اہلِ وطن اور انسانیت کے ساتھ قلبی وابستگی اور والہانہ محبت رکھنے والے اس تخلیق کار نے اس دیوان کا انتساب دنیا کے تمام مظلوم انسانوں کے نام کیا ہے۔ چار سو صفحات پر مشتمل دیوان میں مختلف اصنافِ سخن میں شاعر کی گل افشانئ گفتار کا کرشمہ دامنِ دل کھینچتا ہے۔ حمد، نعت، غزل، قطعات، دو مصرعہ، سہ مصرعہ، دوزینہ، سہ زینہ، چہار زینہ، دوسطر اور دیگر اصنافِ شعر میں اس زیرک تخلیق کار نے زبان و بیان پر اپنی خلاقانہ دسترس کا لوہا منوایا ہے۔ ایک باکمال تخلیق کار کی حیثیت سے شاعر نے کثیر صنائع و بدائع کے ہمراہ رنگ، خوشبو، نور، سرور اور حسن و خوبی کے دیگر حسین استعاروں سے اپنے کلام کو اس طرح نکھارا ہے کہ قاری حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ اس دیوان میں شامل قلب و روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جانے والی دو سو سولہ افکارِ تازہ سے معطر غزلیات قاری کو جہانِ تازہ میں پہنچا کر مسحور کر دیتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ و تراکیب اور صنائع و بدائع اس مشاق صناع کے حضور دست بستہ موجود رہتے ہیں اور ایک مرصع ساز کی حیثیت سے وہ انہیں بڑی مہارت سے اپنی شاعری میں استعمال کر کے قاری کو حیرت زدہ

کرنے پر قادر ہے۔شاعر کو علمِ عروض پر کامل دسترس حاصل ہے۔اس کا واضح اظہار 'اشکِ گُل' کی شاعری میں ہوتا ہے جہاں تمام اشعار کی تقطیع کی مثالیں قاری کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔اس دیوان میں شاعر نے جو طرزِ فغاں ایجاد کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔اوروں سے یہ تقلیداً بھی ممکن نہیں۔دیوان کے بارے میں اردو دنیا کے دس نامور ادیبوں اور دانشوروں نے شاعر کے تخلیقی عمل کے بارے میں جو وقیع آراء دی ہیں وہ بھی شاملِ اشاعت ہیں۔ان عالمانہ تجزیاتی آراء کے مطالعہ سے قاری اس شاعری کا استحسان کر کے دلی مسرت حاصل کرتا ہے۔

عالمی شہرت کے حامل مایہ ناز پاکستانی ادیب، دانشور، نقاد، محقق، ماہرِ لسانیات اور ماہرِ تعلیم پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد قریشی کی رائے تھی کہ جھنگ نے فروغِ علم و ادب کے لئے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں ان کا عدمِ اعتراف ناشکری کے مترادف ہے۔اس خطے کے تخلیق کاروں نے پرورشِ لوح و قلم کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔جب بھی یہاں کے ادیبوں کو کٹھن زندگی کے مسائل سے کچھ فراغت ملتی ہے یہ اپنی مختصر ترین تحریروں سے بھی یدِ بیضاء کا معجزہ دکھاتے ہیں۔جھنگ کی درخشاں علمی و ادبی روایت کو پروان چڑھانے میں بے شمار اہلِ قلم کا حصہ ہے جنہوں نے اس روایت کو اپنے خونِ جگر سے پروان چڑھایا۔ان کی طویل فہرست میں سے چند اسمائے گرامی ہی اہلِ جھنگ کا سر فخر سے بلند کرنے کے لئے کافی ہیں مثلاً: حضرت سلطان باہوؒ، حافظ عبدالکریمؒ، ولی جھنگوی مصنف 'بہارِ بلاغت' شائع شدہ ۱۹۲۳، سید غلام بھیک نیرنگ، ساحر صدیقی، عبدالعزیز خالد، سلیم کوثر، صدیق لالی، تقی الدین انجم، محمود شام، عرفان چغتائی، محمد اللہ بخش چشتی، عامر فاروقی، کبیر انور جعفری، رفعت سلطان، اللہ بخش ماثوم، جعفر طاہر، مجید امجد، شیر افضل جعفری، سید ین ناطق، رانا سلطان محمود، شارب انصاری، فقیر انور سجاد، شیر محمد، محمد منیر، ظہور احمد شائق، فضل الٰہی خان، یوسف شاہ، دیوان احمد الیاس نصیب، مہر بشارت خان، سید مظفر علی ظفر، آغا نو بہار علی خان، رانا ارشد علی، پروفیسر غلام شبیر رانا، رانا عزیز احمد، نور احمد ثاقب، شریف خان، گدا حسین افضل، سمیع اللہ قریشی، محمد بخش گھمنانہ، محمد خان نول، غلام مرتضٰی شاکر ترک، سردار باقر علی خان، غلام محمد رنگین، ظفر سعید، خیر الدین انصاری، خادم حسین خادم مگھیانوی، امیر اختر بھٹی، حکمت ادیب، غلام علی خان چین، ڈاکٹر محمد کبیر خان، حکیم احمد بخش نذیر، عاشق حسین فائق، محمد بخش کوکب،

عباس ہادی چغتائی، نذیرناجی، ڈاکٹرمحسن مگھیانہ،محمد حیات خان سیال، فضل بانو، بیگم ثریا سلیم، رام ریاض، معین تابش، احمد تنویر، بیدل پانی پتی، غلام رسول شوق، بلال زبیری، رانا عبدالحمید خان، عبدالغنی، ممتاز بلوچ، قدیر قیس، ظفر ترمذی، مظہر اختر، سجاد بخاری، انیس انصاری، ریاض بڑانہ، ڈاکٹر اسلم ضیاء، عبدالستار نجم، صفدرسلیم سیال، فرحت عباس شاہ، حنیف باوا، مولانا جاوید القادری، انجینئر مختار حسین فاروقی وغیرہم۔ یہ عظیم ادبی روایت محمد فیاض عادل فاروقی تک پہنچتے پہنچتے ایک دبستانِ ادب کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ ان نابغۂ روزگار اہلِ قلم کی خدمات تاریخِ ادب میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ تاریخ ہر دور میں ان کے عظیم کام اور فقید المثال علمی و ادبی خدمات کی تعظیم کرے گی۔

عادل فاروقی کی غزلیات کا یہ دیوان 'اشکِ گُل' زندگی کی حقیقی معنویت کو اجاگر کرتا ہے۔ اپنی شاعری کو جذبوں کی صداقت سے مزین کر کے شاعر نے حسن، خوبی، تاثیر اور وجدان کے امتزاج سے جو سماں باندھا ہے اس کے اعجاز سے اس شاعری کو ایک انفرادی لہجہ اور دلکش انداز نصیب ہوا ہے۔ قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ تخلیق کار نے فرد کی عملی زندگی کے تمام موسموں کی منظر نگاری بڑی صداقت اور خوش اسلوبی سے کی ہے۔ تخلیقی سرگرمی کا یہ منفرد روپ خوف و دہشت کی فضا اور جامد و ساکت ماحول میں تازہ ہوا کے جھونکے کی مانند ہے۔ 'اشکِ گُل' کے مطالعے سے اذہان کی تطہیر و تنویر کا اہتمام ہوا ہے اور قاری مسرت و شادمانی کے جذبات سے سرشار ہو کر زندگی کی تاب و تواں کا احساس و ادراک کر سکتا ہے۔ ایک انسان دوست، محبِّ وطن اور وفا شعار تخلیق کار کی حیثیت سے شاعر نے قاری کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ کاروانِ ہستی بہت تیز گام ہے۔ تخت و کلاہ و تاج کے سب سلسلے سیلِ زماں کے تھپیڑوں میں خس و خاشاک کی طرح بہ جاتے ہیں۔ ہر انسان کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیے کہ رخشِ حیات رَو میں ہے، انسان کا نہ تو ہاتھ باگ پر ہے نہ ہی اس کا پاؤں رکاب میں ہے۔ ہوائے جور و ستم میں بھی شمعِ وفا کو فروزاں رکھنا ضروری ہے۔ سمے کے سم کے ثمر کے نتیجے میں زندگی کی محرومیاں، تلخیاں اور ناکامیاں انسان کو اُس بے یقینی کی بھینٹ چڑھا دیتی ہیں جو غلامی سے بھی زیادہ تباہ کن ہوتی ہے۔ اس لرزہ خیز، اعصاب شکن اور جان لیوا مسموم ماحول سے گلو خلاصی وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے۔ یہ شاعری جبر کا ہر انداز

مستردکر کے حریتِ ضمیر سے جینے کا ولولہ عطا کرتی ہے۔

زمانہ کہہ رہا ہے کیا سنو گے؟ اگر طاقت نہیں مرتے رہو گے
ستم سہنا ستم گر کی مدد ہے ستم ہوتا رہے گا گر سہو گے

یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ ہر اسلوب، خواہ اس کا تعلق شاعری سے ہو یا نثر سے، اپنے دامن میں تخلیق کار کی شخصیت اور انفرادیت کے گلہائے رنگا رنگ سموئے ہوتا ہے۔ تخلیق کار کی گلفشانیٔ گفتار سے اظہار و ابلاغ کے متعدد نئے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ 'اشکِ گُل' کی شاعری میں تخلیق کار نے چشم کشا حقائق، بصیرت افروز واقعات اور بے باک صداقتوں کو اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے۔ یہ شاعری پتھروں کو بھی موم کر دیتی ہے۔ اپنے منفرد اسلوب سے شاعر نے قاری کو ساکت و جامد ماحول سے نکل کر سعیٔ پیہم کو شعار بنانے کی راہ دکھائی ہے۔ باطنِ ایام پر گہری نظر رکھنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ نظامِ کہنہ تو محض گرتی ہوئی ایک عمارت ہے۔ زندہ قومیں اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے لئے جہد و عمل کو شعار بناتی ہیں اور کٹھن حالات میں بھی یاس و ہراس کا شکار نہیں ہوتیں۔ شاعری کے اس دیوان میں افراد کو معاشرے، قوم اور ملک کی ترقی میں اہم سمجھتے ہوئے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ افراد کو ملت کے ساتھ ہمیشہ مضبوط اور مستحکم رابطہ استوار رکھنا چاہئے اور طلوعِ صبحِ بہاراں کے بارے میں ہمیشہ پُر امید رہنا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے ذہنی بیداری بہت ضروری ہے۔ جو لوگ بے عملی اور بے یقینی کا شکار ہو جاتے ہیں وہ جاگتی آنکھوں سے حقائق کو دیکھ کر بھی یقین نہیں کرتے۔ اس کے برعکس پُر عزم اور ستاروں پر کمند ڈالنے والے باہمت لوگ اپنے خوابوں کی عملی تعبیر تلاش کر کے لوحِ جہاں پر اپنا دوام ثبت کر دیتے ہیں۔

'اشکِ گُل' کی شاعری جذبوں کی صداقت کی آئینہ دار ہے۔ اس شاعری کے سوتے بے لوث محبت، خلوص، بے باک صداقت، ایثار، دردمندی اور یقینِ محکم کے خاموش، کیف آور اور پُر سکون لمحات سے پھوٹتے ہیں۔ شاعر نے قاری کے فکر و نظر کو مہمیز کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ صرف وہی مردانِ حق پرست جو ایام کا مَرکب بننے کی بجائے ایام کا راکب بننے کی استعداد رکھتے ہیں وہی زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ نہ صرف احتسابِ ذات کو یقینی بناتے ہیں بلکہ وہ مہر و مہ انجم کے محاسب کا کردار بھی ادا کرتے ہیں۔ اصلاح اور مقصدیت کا علَم بلند رکھتے ہوئے

شاعر نے جذبات کے سیلِ رواں سے بچ کر ساحلِ عافیت تک پہنچنے کی جو راہ دکھائی ہے وہ لائقِ صد رشک و تحسین ہے۔ شاعر نے واضح کر دیا ہے کہ سعیِ پیہم کے اعجاز سے افراد اپنی قسمت بدل سکتے ہیں اور یہ کہ حیاتِ جاوداں کا راز ستیز میں پوشیدہ ہے۔ ایک دور اندیش، فعال، جری اور مستعد شاعر کی حیثیت سے عادلؔ نے اپنے تخلیقی عمل میں ذات کو پس منظر میں رکھتے ہوئے انسانیت اور حیات و کائنات کو درپیش مسائل پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ شاعر کے اسلوب میں جو توازن اور فکری پختگی ہے اسے انکسار، خلوص، دردمندی، غمخواری اور احتسابِ ذات کی درخشاں مثال سمجھنا چاہئے۔ سنجیدہ شاعری ہو، جذبات نگاری ہو، طنزیہ نشتر زنی ہو یا مطائبانہ اندازِ بیان ہو ہر صورت میں شاعر نے اپنے تخلیقی عمل کو اپنے اندر کے محتسب کے تابع کر رکھا ہے جو اپنے من کی غواصی کر کے گوہرِ مراد کی جستجو پر آمادہ کرتا ہے۔ 'اشکِ گُل' کی شاعری زندگی کی درخشاں روایات اور اقدارِ عالیہ کی ترجمان ہے۔ یہاں ہر لحظہ نیا طُور، نئی برقِ تجلی کی ضیا پاشی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور قاری پر ایسی وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ اُس کا مرحلۂ شوق کبھی طے ہی نہیں ہوتا۔ دیوان 'اشکِ گُل' کی اشاعت سے اُردو شاعری کی ثروت میں قابلِ قدر اضافہ ہوا ہے۔ زندگی کی بے ثباتی اور کارِ جہاں کی حقیقت کے بارے میں شاعر نے کھُل کر لکھا ہے۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ موت تو ایک ماندگی کا وقفہ ہے اور ذرا سا دم لے کر آگے چلنا پڑتا ہے ؎

زندگی اک کرائے کا گھر ہے ۔۔۔ پھر بھی ناحق نکلنے کا ڈر ہے

جو بھی آیا ہے جائے گا اک دن ۔۔۔ یہ جہاں اک پرایا نگر ہے

بِنائے دوستی کو مستحکم کرنے والی 'اشکِ گُل' کی شاعری ایک نئے تخلیقی تجربے کی امین ہے جس میں غمِ ہجراں اور رودادِ غمِ فرقت کی بجائے انسانیت کے مسائل پر توجہ دی گئی ہے۔ ہر قسم کی مصلحت سے بالاتر رہتے ہوئے عزمِ راسخ اور استقامت کا سفینہ لئے یہ باہمت تخلیق کار جس حوصلے کے ساتھ تلاطم و دریا کا امتحان لینے پر کمر بستہ ہے وہ اس کی عظمتِ فکر اور انفرادی شان کی علامت ہے۔ اسی جذبے نے اس شاعری کو ساحری میں بدل دیا ہے۔ کتاب کے حصول کے لئے ان ای میلز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے: دارالادب darul_adab@hotmail.com دارالکتاب darul_kitab@hotmail.co.uk (یہ تبصرہ لندن سے دارالادب نے اشاعت

کے لیے بھجوایا ہے)

1 بین المسالک ہم آہنگی
اور
افہام وتفہیم کی حکمت عملی

مؤلفین: ڈاکٹر معصوم یاسین زئی، طالب حسین سیال، علی طارق

ناشر: اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق ومکالمہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

زیر تبصرہ کتاب دو روزہ قومی کانفرنس (20-21 رجنوری 2015ء) میں ملک بھر سے اہل سنت والجماعت (بریلوی، دیوبندی) اہل حدیث اور فقہ جعفریہ کے معروف 24 علماء کرام و دانشوران کے مقالہ جات ومباحث کا 158 صفحات پر مشتمل خلاصہ ہے۔ جسے نہایت محنت سے مرتب کر کے اہل دانش کے لیے اتحاد بین المسالک کا قابل تحسین لائحہ عمل اور فارمولا کتابی شکل پیش کیا گیا ہے۔ آغاز میں رئیس الجامعہ ڈاکٹر احمد یوسف الدریویش صاحب کا یہ پیغام تحریر ہے:

> ''کانفرنس کے شرکاء مختلف مسالک کے مابین مشترکات پر غیر مبہم اور واضح اتحاد کا اعلان کریں اور اپنے معتقدین اور پیروکاروں کو بھی اسی اتحاد کی دعوت دیں۔''

ڈاکٹر معصوم یاسین زئی صاحب، ریکٹر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے صدارتی خطاب میں فرمایا:

> ''ہمارا بخدا کہیں سے یہ ارادہ نہیں ہے کہ سنی کو شیعہ یا شیعہ کو سنی بنایا جائے۔ ہم نے جو آپ کو اس پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا، اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ہم اپنے تجربات شیئر کر سکیں کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں اگر ہم یہاں پر اس مسلک کی ہم آہنگی کو قائم رکھ سکتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ پورے ملک کے اندر اس فضا کو قائم رکھنے میں کوئی رکاوٹ ہو سکتی ہے۔''

مولانا سمیع الحق صاحب (مہتمم: جامعہ حقانیہ، اکوڑہ خٹک) نے اپنے مقالہ ''بین

المسالک ہم آہنگی میں علماء کا کردار‘‘ کے حوالہ سے سترہ نکاتی فارمولا دیا۔ اور دعا کی اللہ کرے ہم اتفاقات ومشترکات پر متفق ہوجائیں اور مسلکوں کی یہ لڑائی جس سے سراسر فائدہ یہودی ونصرانی لے رہے ہیں ختم ہوجائے۔

انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب (مدیر: حکمت بالغہ، جھنگ) نے ’’اتحادِ اُمت کا نصب العین‘‘ کے عنوان سے فرمایا:

’’اتحادِ اُمت کے لیے کسی نصب العین اور کسی مشترکہ پیغام (قیامِ خلافت الٰہیہ۔ تبصرہ نگار) کا ہونا ضروری ہے کہ جس کی ضرورت کے طور پر تمام مسالک کے اربابِ حل وعقد و اکابرین ہنگامی بنیادوں پر اس کام کو سرانجام دینے کے لیے کمر ہمت کس لیں اور اکٹھے ہوجائیں ہمارے نزدیک اس مشترکہ نصب العین کے لیے امت مسلمہ...... کے ہاتھوں اِتمامِ حجت اور شہادت علی الناس کے فریضہ کے طور پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دَور آئے گا اور اب یہ دَور عالمی سطح کا ہوگا۔

یہ سیمینار چونکہ علامہ اقبال کے نام سے منسوب ایک ادارے کے زیر انتظام ہو رہا ہے:

؎ شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

مختلف مسالک کے فروعی اختلافات کو قیام نظام خلافت کی مشترکہ جدوجہد سے پہلے آپس میں طے کرلیا جائے کہ کامیابی کی صورت میں کیا کیا جائے گا۔‘‘

صفحہ 24 پر علامہ محمد رمضان توقیر صاحب، جامعۃ النجف کوٹلی امام حسین، ڈیرہ اسماعیل خان، کا ’’ہم آہنگی کی مشترکہ بنیادیں‘‘ کے عنوان سے پرمغز مقالہ جس میں وہ تحریر کرتے ہیں:

’’اگر ہم غور کریں تو یہ مسالک اور مکاتب جو دائرۂ اسلام میں ہیں، تمام مسالک جو اعمال بجالاتے ہیں کسی نہ کسی صورت وہ رسالتِ مآب ﷺ کی سنت ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے محبوب کی ہر ادا، ہر طریقہ زندہ رہے...... پچانوے فیصد سے زیادہ ہمارے مشترکات ہیں...... قرآن (جس کی تلاوت روزانہ امت مسلمہ کا ہر فرد کرتا ہے اور قیامت تک یونہی جاری رہے گی۔ تبصرہ نگار) کے متعلق میں نے عرض کیا، اس میں کسی ایک بھی آیت کا اِنکار کفر ہے...... ازواج رضی اللہ عنہن کی توہین...... (آنحضور ﷺ کی تمام رفیقۂ ہائے حیات۔ تبصرہ نگار) میری نظر میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نہیں بلکہ رسالتِ مآب ﷺ کی

توہین ہے...... جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بشمول خلفائے راشدین۔ تبصرہ نگار) اکٹھے بیٹھتے تھے ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے، آپس میں مشاورت کرتے تھے، اسلام کی سربلندی کے لیے متحد تھے تو ہم ان کے نام لیوا کیوں متحد نہیں ہیں؟ ہم کیوں اکٹھے بیٹھ نہیں سکتے؟''

زیر تبصرہ کتاب کے صفحہ 157 پر سترہ نکات پر مشتمل ایک ضابطہ اخلاق جس پر تمام مکاتب فکر کے قائدین کے دستخط موجود ہیں دیا گیا ہے۔ بین المسالک ہم آہنگی کے ضمن میں گو قیام پاکستان کے فوراً بعد علماء کے بائیس نکات کے عنوان سے ایک مشترکہ فارمولا قوم کو دیا گیا تھا لیکن اسے حکمرانوں کی سیاست کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بین المسالک ہم آہنگی کی ضرورت اب پہلے سے زیادہ محسوس کی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ کے کارپردازان کی قابل صد تبریک یہ مساعیٔ جمیلہ دراصل اسی کی صدائے بازگشت ہے۔ پیپر بیک میں یہ کتاب عالمی طباعتی معیار سے آراستہ تمام لائبریریوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔

2 مجموعہ حمد ونعت

بازگشت کا تسلسل

شاعر: خورشید احمد

ناشر: عروجِ ادب پبلی کیشنز، راولپنڈی

زیر تبصرہ شعری مجموعہ ادبِ اسلامی میں ایک ایسا حسین اضافہ ہے جسے معرفت وعطائے ربانی کا بے محابا اظہار اور رفعت وتجلیٔ انوار کا شاہکار بھی کہا جا سکتا ہے۔ اللہ ربّ العزت کی طرف سے جسے بھی حمد ونعت کی سعادت ودیعت کی جاتی ہے، وہ صاحب کلام کو ذرّۂ ناچیز سے خورشیدِ جہاں تاب بنا دیا کرتی ہے جیسا کہ اس مجموعہ میں روزنِ دل ورقت قلب سے یہی دعا کی گئی ہے:

میرے لب تیری ثنا ربّ کریم — ہے فقط تیری عطا ربّ کریم
اک نظر خورشید پر بھی لطف کی — ہے فقیرِ بے نوا، ربّ کریم

میں نعت کہوں ممکن تھا یہ کیا، حق نے مجھ کو یہ اشارہ کیا
جو مجھ سے کہا، وہ میں نے لکھا، سبحان اللہ سبحان اللہ

زیرِ تبصرہ حمدونعتیہ کلام نہ صرف ندرت و اعجاز بلکہ عاشقانِ رسول ﷺ کی روحانی بالیدگی و باطنی آسودگی کا فراواں شعری مواد بھی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی ہے تفسیر یہ بھی حشر تک بڑھتا رہے گا یونہی چرچا تیرا

مذکورہ مجموعہ معیاری اشاعت و طباعت کے باعث ہر لائبریری کی زینت بننے کے لائق ہے۔

الحمدللہ

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

کے زیرِ اہتمام مطبوعات کا سلسلہ جاری ہے

سلسلۂ مطبوعات نمبر 26

درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں

شائع ہو چکی ہے

☆ 72 صفحات ☆ کارڈ جلد ☆ قیمت:120 روپے

البلاغ فاؤنڈیشن، سکولوں اور کالج کے طلباء اور قرآن اکیڈمیز
میں زیرِ تعلیم حضرات کے لیے 50% فیصد خصوصی رعایت
(علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

ان شاءاللہ

ماہنامہ حکمت بالغہ

عنقریب ایک خصوصی اشاعت

کا اہتمام کررہا ہے

جس کا عنوان ہے:

فکرِاقبال یا حکمتِ اقبال

ہی کا دوسرا نام

نظریۂ پاکستان

ہے

اہل علم سے درخواست ہے کہ اس خصوصی اشاعت کے لیے قلمی تعاون فرمائیں۔ نیز موضوع سے متعلق تراشے، حوالہ جات اور مضامین ارسال فرمائیں یا مطلع فرمائیں

(ادارہ)

روزہ اور قرآن کی شفاعت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلصِّیَامُ وَ الْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَ یَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُہٗ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن عبداللّٰہ بن عمروؓ)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے ۔(یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحم خسروانہ سے اس کو نوازا جائے گا)‘‘